سمیرا حمید

تم سی آرزو

رات کے ڈھائی بجے داؤد اپنی ہیوی بائیک کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ گارڈ نے گیٹ کے کیبن کی چھوٹی کھڑکی کھول کر اسے دیکھا۔ داؤد نے صرف اشارہ کیا کہ گیٹ نہ کھولے، موبائل ہاتھ میں پکڑے وہ نمبر ملا رہا تھا۔ وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی یا تو سوتی نہیں تھی یا اتنی گہری نیند۔۔۔

"اب کیوں فون۔۔۔" ناراض انداز۔۔۔

"ٹیرس پر آؤ۔"

"کیوں۔۔۔"

"سنا نہیں۔"

بکھرے بالوں میں ہاتھ گھماتی وہ کمرے سے ٹیرس پر آئی اور موبائل ہاتھ سے گر گیا۔

"تم۔۔۔" چیخ ماری، انگلی سے سڑک پر کھڑے اس کی طرف اشارہ کیا۔ گارڈ نے اس بار گردن گھر کی طرف نکال کر اوپر ٹیرس پر اسے دیکھا۔

داؤد نے ہاتھ ہلایا۔ ردا کمرے سے بھاگتی آئی، جھٹ گیٹ کھول کر باہر نکلی۔

"تم۔۔۔" وہ اس کے قریب آکر پھر چلائی۔

"صرف میں۔۔۔ اور کون۔۔۔" داؤد نے منہ اس کے کان کے قریب لا کر سرگوشی کی۔

"اس وقت۔۔۔ ایسے۔۔۔" وہ دونوں سڑک پر اکیلے کھڑے تھے۔ گیٹ کھلا تھا اور گارڈ نے گردن اندر کر لی تھی۔

"تم ناراض تھیں۔"

وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر حیران ہوئی پھر ہنسنے لگی۔ اب کیسی ناراضی وہ آ تو گیا تھا۔

ناولٹ

"شہر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔" اسے سراہا نہیں کہ وہ آگیا ہے۔

"اس دل کے بھی۔۔۔" وہ بائیک پر بیٹھ گیا۔

"اب جا بھی رہے ہو۔" وہ خفا ہوئی۔

"کل پھر آؤں گا۔" داؤد مسکرایا۔

"اندر آجاؤ۔"

"کل دن میں۔۔۔ کھانا تمہارے ساتھ۔۔۔" اس نے بائیک اسٹارٹ کی اور ردا کے گال کو ایک انگلی سے چھو کر چلا گیا۔

کل کا سارا دن وہ رائیڈر گینگ کے ساتھ کرتب دکھاتا رہا تھا۔ وہ منہ اندھیرے نکلے تھے اور آدھا پنجاب گھوم آئے تھے۔ شام کو اسے ردا کے منہ بنائے خفا خفا میسجز آئے۔ اس نے سارا دن اس سے بات نہیں کی تھی۔ وہ اس کی ہیوی بائیک کو سخت ناپسند کرتی تھی۔ کہاں وہ اسی بائیک پر سارا دن گزار چکا تھا۔ واپسی پر داؤد نے اسے فون کیا۔ لیکن اب وہ کیوں اٹھائے فون، گھر آتے ہی وہ سو گیا۔ پھر خواب میں بھی اسے سڑکیں۔۔۔ ہوا۔۔۔ بائیک۔۔۔ درخت، میدان۔۔۔ سب ناراض ناراض دکھائی دیے تو وہ اٹھ بیٹھا۔ بائیک نکالی اور آگیا اس کے گھر کے باہر۔۔۔

اگلے دن دوپہر تک اس کے گھر رہا اور رات ایک بجے کے قریب پھر اس کے گھر کے باہر پہنچ گیا۔ ردا ٹیرس پر کھڑی پیٹ پر ہاتھ رکھتی کبھی منہ پر۔۔۔ ہنستی ہی جارہی تھی۔ اسے داؤد کی رات کو آنے والی ادا بہت پیاری لگ رہی تھی۔ وہ ایک عرصہ نیویارک رہ کر آئی تھی۔ قریب قریب کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اب وہ کر رہا تھا تو اسے بہت پیارا لگ رہا تھا۔

گارڈ جھانک جھانک دونوں کو ایک ایک نظر دیکھتا زیر لب ہنستا۔ وہ بائیک کے ساتھ ٹک کر ٹانگ پر ٹانگ جمائے کھڑا سینے پر ہاتھ باندھے عین ٹیرس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی کھڑی اسے دیکھے گئی۔ دونوں کچھ دیر ایسے ہی دیکھتے رہے۔ پھر وہ ہاتھ ہلا کر چلا گیا۔ ردا البتہ کافی دیر تک وہیں کھڑی رہی۔

مسکراہٹ ہونٹوں سے وجود میں پھیل چکی تھی۔ یہ محبت کی خوش قسمتی ہے کہ اسے اتنے دلربا انداز سے سجایا جائے۔ بنایا جائے اور دل سے لگا کر رکھا جائے، جو محبت قریب قریب آتی آپ میں سما جائے اور بے خود سا کردے۔

چند مہینوں میں ان کی شادی ہونے والی ہے۔ داؤد آسٹریلیا سے اکاؤنٹس پڑھ کر آیا ہے۔ ایم فل کے لیے اسے پھر جانا ہے۔ لیکن شادی کے بعد۔۔۔ ردا نیویارک سے انٹیریئر ڈیزائنر بن کر آئی ہے۔ دونوں آگے پیچھے ہی پاکستان آئے ہیں۔ ادھر ادھر کے دوسرے ملکوں میں پھیلے دونوں کے بہن، بھائی بھی آنے ہی والے ہیں۔ ان ہی کی وجہ سے شادی تین یا چار ماہ بعد ہے۔

اب ان نفریحی دنوں میں دونوں طرح طرح کے تماشے کرتے ہیں۔ کبھی منہ اندھیرے ردا اس کے کمرے کا دروازہ پیٹنے لگتی۔ کبھی رات گئے داؤد اس کے گھر آکر اس کے کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑانے لگتا۔ اسے کافی بنانے کا کہتا اور چپکے سے غائب ہوجاتا۔ وہ کافی کے دونوں مگ لی کر سو جاتی ..... مسکراتی ... غصہ نہیں کرتی، ناراض بھی بس ایسے ہی ہوجاتی ہے جیسے کہ ناراضی بھی صرف ایک رنگ ہے۔ جسے ان کی لو اسٹوری میں ہونا ہی ہے تھوڑا سا ہی سہی۔ دونوں کے خاندان خوش ہیں، وہ دونوں بھی بہت خوش ہیں۔

ردا کو ہیوی بائیک سے ڈر لگتا ہے۔ چھپکلی کو ہاتھ میں پکڑنے کے لیے تیار ہے۔ اس پر بیٹھنے کے لیے نہیں اور داؤد اسی پر اسے رخصت کرکے لے جانا چاہتا ہے۔ دلہن بنائے۔ پھر ردا بھی چاہتی ہے کہ وہ رکشے پر بارات اور باراتی لائے۔ داؤد ٹرک کا انتظام کیے جارہا ہے۔ ان دو گھروں میں ہر روز نت نئے قہقہے گونجتے ہیں، لطیفے بنتے ہیں، بگڑتے ہیں، شادی نہیں ڈراما کرنا چاہتے ہیں، بلاک بسٹر ڈراما، جس میں ہر رنگ و نسل کا رنگ چھوٹے اور ہر پٹاخہ پھوٹے۔۔۔ وہ اپنی شادی کے لیے خوش ہوں لوگ ان کی شادی میں شرکت کرنے سے خوش ہوں، بس سب خوش ہی ہوں۔

دو بھائیوں کے بعد گھر میں پہلی لڑکی کی شادی ہورہی ہے اور وہاں تین بہن بھائیوں کے بعد گھر کی آخری شادی ہورہی ہے داؤد کی۔ پہلی لڑکی اور آخری لڑکے کی شادی کا انتظام دھوم دھام سے چل رہا ہے۔ ایک کی ماما اور دوسرے کی مام انتظامات میں لگی ہیں اور یہ دونوں اپنے اپنے ڈراموں میں جتے ہیں۔ گھسی ہوئی جینز اور جوگرز پہنے۔ ایم ایم عالم روڈ سے پیدل چلنا شروع ہوتے ہیں اور دن سے شام اور شام سے رات کرتے۔۔۔ گوال منڈی کے ہر ہر چھوٹے بڑے ہوٹل میں اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ چوک پر رک رک ریڑھیوں، ٹھیلوں سے چیزیں کھاتے اور بنا پیسے دیے بھاگ جاتے، کوئی ایک ان کے پیچھے دوڑتا، اسے خوب گھماتے، پھر اچانک سامنے آکر پیسے ہاتھ میں پکڑا دیتے۔ یہی حال ہوٹل والوں کے ساتھ کرتے، ہوٹل والے ان کی شکلیں پہچاننے لگے تھے۔ پہلے ہی پیسے رکھوا لیتے۔۔۔ اس لیے بھی وہ بار بار ہوٹل بدلتے۔ اتنا عرصہ باہر رہ کر انہیں اپنے ملک سے اور پیار ہوگیا تھا۔ داؤد کو پگڑی والے۔۔۔ ریڑھی والے۔۔۔ رکشوں دکانوں ہوٹلوں والے بہت اچھے لگتے، رک رک کر ان سے گھنٹوں باتیں کرتا۔۔۔ حال احوال پوچھتا۔۔۔ خاندان تک جا پہنچتا۔۔۔ ادھر ادھر کی بہت سی باتیں ایسے کرنے لگتا جیسے پردیس سے آنے کے بعد سیدھا ان ہی سے ملنے آیا ہے۔ وہاں اتنا یاد کرتا رہا انہیں۔۔۔ ان ہی کی فکر میں رہا۔ اب جاکر کہیں ملا انہیں، ردا اس کے اتنے رشتے داروں پر ہنستی جو چلتے پھرتے اس نے بنا لیے تھے۔ وہ چاہتی تھی کہ ان سب کو وہ شادی پر ضرور بلائے اور داؤد سوچتا تھا کہ خیال برا نہیں ہے۔

دونوں ایک دوسرے کے خیالات سے متفق ہی تھے۔ تقریباً کوئی ایسا اختلاف نہیں بننے دیتے تھے۔

دونوں اگر ایک دوسرے میں کچھ ناپسند بھی کرتے تھے تو وہ اتنا وقتی اور معمولی ہوتا کہ تذکرہ کرنا بھی مذاق لگتا، وقت کے ساتھ ساتھ دوستی، محبت بنی تھی وقت کے ساتھ ساتھ ہی بڑھ رہی تھی۔ اگر وہ فرصت سے محبت بھری داستانیں پڑھ لیتے تو ایک دوسرے کو رومیو۔۔۔ ہیر کہہ دیتے۔۔۔ کوئی بڑی دقت نہیں تھی ان دونوں کے رشتے میں، سب کچھ سلجھا ہوا ہی تھا۔۔۔ بھلا تھا، دونوں کے خاندان آپس میں فیملی فرینڈز تھے۔ اب سمدھی بننے والے تھے۔

☆ ☆ ☆

ردا اپنی دوست کے پاس اسلام آباد گئی ہوئی تھی۔ داؤد ادھر ادھر کار میں گھومتا رہتا، شہر کی حدوں سے نکل جاتا۔ قریب کے چھوٹے شہروں سے ہو آتا، اپنے ملک کو وہ اب گھوم پھر کر دیکھ رہا تھا۔ ایک دن واپسی پر اسے

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

کتاب کا نام	مصنفہ	قیمت
بساط دل	آمنہ ریاض	500/-
زرد موسم	راحت جبیں	750/-
زندگی اک روشنی	رخسانہ نگار عدنان	500/-
خوشبو کا کوئی گھر نہیں	رخسانہ نگار عدنان	200/-
شہر دل کے دروازے	شازیہ چودھری	500/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چودھری	250/-
دل ایک شہر جنوں	آسیہ مرزا	450/-
آئینوں کا شہر	فائزہ افتخار	500/-
بھول بھلیاں تیری گلیاں	فائزہ افتخار	600/-
پھلاں دے رنگ کالے	فائزہ افتخار	250/-
یہ گلیاں یہ چوبارے	فائزہ افتخار	300/-
عین سے عورت	غزالہ عزیز	200/-
دل اُسے ڈھونڈ لایا	آسیہ رزاقی	350/-

ناول منگوانے کے لیے فی کتاب ڈاک خرچ -/30 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ -37 اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32216361

رات ہو گئی۔ وہ بارڈر کی طرف گیا تھا۔ قریب کے چند گاؤں دیکھ کر آیا تھا۔ دن میں یہ سڑکیں سنسان رہتی۔ اب تو رات ہو چکی تھی۔ پھر وہ ایک ہوٹل میں بیٹھ گیا۔ کھانا کھایا' چائے پی اور بارہ بجے تک وہیں بیٹھا رہا۔ گھر تک آتے آتے بھی اسے ڈیڑھ گھنٹہ لگ ہی جانا تھا۔ سڑک پر کوئی لائٹ بھی نہیں تھی۔ ویسے دور تک سڑک خالی ہی تھی۔ اس وقت وہاں مقامی اکا دکا لوگ ہی ہو سکتے تھے۔ اب وہ بھی نہیں تھے۔ اس نے کار کی رفتار بڑھادی۔ کار میں تیز انگلش میوزک بج رہا تھا۔ جس کی آواز باہر کے سناٹے میں پھیل رہی تھی۔ کار کی رفتار وہ بڑھاتا ہی جا رہا تھا۔

وہ سی ڈی بدلنے لگا تو سی ڈی ہاتھ سے پھسل کر گر گئی۔ دور صاف سڑک کو دیکھ کر وہ سی ڈی اٹھانے کے لیے جھکا۔ کوئی چیز اس کی کار سے ٹکرائی۔ اس کی کار ڈگمگا گئی۔ یہ اچانک ہوا۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ ہوا کیا ہے۔ اس کا وجود سائیں سائیں کرنے لگا۔ کار کی رفتار اتنی زیادہ تھی کہ وہ بہت آگے جا کر رکی' وہ کار سے باہر نکلا۔

وہ مرد تھا' لیکن خوف زدہ ہو گیا تھا۔ وہ جانتا نہیں تھا کہ ہوا کیا ہے' لیکن وہ ڈر گیا تھا۔ اس کے حواس جھنجھنا رہے تھے۔ کار سے پیچھے کی طرف دیکھا... دور تو اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ وہ پیچھے کی طرف چلنے لگا۔ اسے گہرے اندھیرے میں ذرا دور ایک گہرا دھبہ سڑک پر نظر آیا۔ وہ تیز چل رہا تھا' لیکن حقیقتاً" اس کا دل وہاں سے بھاگ جانے کو چاہ رہا تھا۔

یہ کیفیت اس پر اچانک وارد ہوئی تھی۔ ورنہ کار چلاتے "گانا سنتے اسے شک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ ابھی کچھ دیر بعد وہ خوف زدہ ہو جائے گا۔ ماحول پر اسرار سا ہو گیا۔ کار میں ایمینز کا میوزک بج رہا تھا۔

"گاڈ...!" دھبے پر نظر پڑتے ہی وہ کانپ اٹھا۔ منہ پر ہاتھ رکھا۔ خون تیزی سے سڑک پر پھیل رہا تھا۔ ذرا دور آبادی کی ٹمٹماتی روشنیوں میں سڑک پر پھیلتا وہ خون بہت بھیانک لگ رہا تھا پھیلتا ہی جا رہا تھا۔ ایک تیز جھرجھری اس کے وجود کے آر پار ہوئی اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ اس کی کار کی وجہ سے ہوا ہے... ابھی... ابھی۔ اس سے ہوا ہے' ایک زوردار کپکپی نے اسے ہلا ڈالا اور وہ جو بھاگنے کا سوچ رہا تھا۔ بھاگ پڑا... کار بھگا لے گیا۔

داؤد ارسلان اسکائی ڈائیونگ کا شوقین اب بھاگ رہا تھا۔ اس کا مڑا تڑا وجود اور سڑک پر پھیلتا خون چھوڑے جا رہا تھا۔

ایک گھنٹے میں وہ گھر تھا... کانپ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" گارڈ نے کار کو سامنے سے دیکھ کر پوچھا' اس نے گارڈ کی طرف دیکھا۔ جواب نہیں دیا۔

شاور کے نیچے پندرہ بیس منٹ کھڑا خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ دماغ میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔

"وہ بھاگا کیوں۔" وہ نہیں جانتا تھا۔

کپڑے بدل کر وہ نیچے آیا۔ ٹھنڈا پانی پیا۔ دوبار گلاس اس کے ہاتھ سے پھسلا اور پھر ٹوٹ گیا' وہ گارڈ کے پاس آیا۔

"مجھ سے ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"کتنا زخمی ہوا وہ؟"

وہ کنپٹی رگڑنے لگا۔ "معلوم نہیں۔"

"زندہ تھا؟ اسپتال میں ہے؟"

داؤد نے بہت دیر تک گارڈ کی طرف دیکھا۔ وہ اس سے کتنا اچھا سوال کر رہا تھا' کتنا اچھا انسان تھا وہ۔

"آپ اسے وہیں چھوڑ آئے؟" گارڈ جیسے سمجھ گیا۔ اس کی صورت کی طرف دیکھا۔ حیران ہوا جیسے کہہ رہا ہو آپ سے یہ توقع نہیں تھی۔

"زندہ تھا... آپ نے دیکھا بھی نہیں؟"

داؤد نے سر نفی میں ہلایا۔ "میں حواس کھو چکا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہی میری جان نکل گئی۔" وہ ڈیڈ کی کار کی طرف لپکا۔

"گیٹ کھولو جلدی..."

گارڈ نے گیٹ کھولا۔

کتنا بڑا بزدل تھا وہ... بچوں کی طرح ڈر کر بھاگ گیا تھا۔ کیا یہ وہی داؤد تھا؟

سنسان سڑکوں پر بھی ٹریفک سگنل پر رکنے والا۔ آسٹریلیا کے بڑے تعلیمی ادارے کا طالب علم... لاء اینڈ آرڈر کی بات کرنے والا... انسانیت کا رونا رونے والا... انسانوں سے پیار کرنے والا۔

وہ کار کو اسی راستے کی طرف لا رہا تھا۔ اب اسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ ٹھیک اسی جگہ پر پہنچا تو وہاں خون تو تھا... لیکن زخمی یا مردہ نہیں تھا۔ کوئی اور بھی نہیں تھا۔ وہ اپنی پیشانی رگڑنے لگا۔ آبادی ذرا دور تھی۔ رات تین بجے سے اوپر کا وقت تھا۔ آس پاس کوئی نظر بھی نہیں آ رہا تھا' وہ کس سے پوچھتا... قریبی اسپتالوں میں پتا کرنے لگا۔ تین اسپتال دیکھ لیے۔ ایک اسپتال میں اسے ایمرجنسی کے بارے میں معلوم ہوا۔ جسے رات کو لایا گیا تھا۔

"ایک بیس بائیس سالہ لڑکی کو رات لایا گیا تھا۔"

"ہاں وہ لڑکی ہی تھی۔" اس نے ہکلا کر کہا۔

وہ ایمرجنسی کی طرف لپکا۔ لڑکی آپریشن تھیٹر میں تھی۔ اس کی حالت بہت خراب تھی' اسے بتایا گیا۔

آپریشن تھیٹر کے باہر کھڑے ہو کر داؤد نے ڈیڈ کو فون کیا۔ وہ رونے کے قریب ہو رہا تھا۔ ذرا دور ایک عورت اور دو لڑکیاں کھڑی رو رہی تھیں۔ چند اور لوگ بھی ان ہی کے پاس موجود تھے۔ کچھ ہی دیر میں ڈیڈ اس کے پاس تھے۔

"تم گھر جاؤ داؤد!" وہ آتے ہی بولے۔

"کیوں..." وہ حیران ہوا۔

"یہ ایکسیڈنٹ تم سے ہوا ہے نا؟" ان کے اعصاب تنے ہوئے تھے۔

"جی..."

"تو تم جاؤ... مجھے ہینڈل کرنے دو۔"

"لیکن کیوں ڈیڈ..."

"داؤد! وہاں سے تم بھاگ گئے تھے۔ اب یہاں سے بھی چلے جاؤ' مجھے معلوم کرنے دو... کیا حالت ہے اس کی... کیا حالات ہیں... تم ان معاملات کو ہینڈل نہیں کر سکتے۔ مجھے کرنے دو' تم جاؤ... ہو سکتا ہے میں ڈرائیور کو بلوالوں... تم خاموش رہنا... کار تم نہیں چلا رہے تھے... بس۔"

"ڈیڈ..." وہ پریشان ہوا۔

"تم جاؤ۔" وہ سختی سے بولے۔

داؤد گھر آ گیا... ڈیڈ نے کہا یہ پاکستان ہے یہاں معاملات اور طرح سے ہینڈل کیے جاتے ہیں۔ مام سو رہی تھیں' انہیں اٹھایا۔ سب بتایا اور ان کی گود میں سر رکھ کر سو گیا۔ کچھ ہی دیر بعد اس کی آنکھ دوبارہ کھل گئی۔

"کیا ہوا۔" مام اس کا سر سہلانے لگی۔

"میں وہاں سے بھاگا کیوں؟"

مام اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ کیا جواب دیتیں اس سوال کا۔

"جس ڈاکٹر نے اسے پہلے چیک کیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کا بہت خون بہہ چکا تھا۔ اسے بہت دیر سے لایا گیا وہاں... اس کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس کا زندہ بچنا بہت مشکل ہے... اگر میں نہ بھاگتا تو وہ وقت پر... سڑک پر وہ... خون... اور... اور..."

"سو جاؤ داؤد... تمہارے ڈیڈ ہیں وہاں۔"

"مام ٹھیک نہیں کیا نا۔"

"بہت برا کیا... لیکن اب... اب تم سو جاؤ۔"

"نیند نہیں آ رہی... آئے گی بھی نہیں... مجھے بھاگنا نہیں چاہیے تھا' کیا میں ایسا تھا بھاگنے والا... میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کبھی ایسا ہو گا' تو میں یہ کروں گا... مام! میں ایسا نہیں ہوں... مجھے معلوم ہے... انسانیت کیا ہے... پھر... ایسے کیوں کیا... میں سمجھ نہیں سکتا' لیکن میں نے بنا سمجھے ہی کر دیا... اس پر نظر پڑتے ہی... مام اگر وہ مر گئی... اوہ... گاڈ... اگر وہ مر گئی تو۔"

وہ کھڑا ہو گیا۔ "اگر وہ مر گئی۔"

"آرام سے داؤد... تمہارے بابا ہیں وہاں... یہاں آؤ میرے پاس۔"

وہ جوتے پہننے لگا۔ موبائل ڈھونڈنے لگا۔

"بابا وہاں میرے لیے ہیں مام... مجھے تو اس لڑکی کے لیے جانا ہے۔"

"اگر وہ مرگئی... مرگئی..." ہر طرف یہ فقرہ گونجنے لگا۔

یہ ایک سرکاری اسپتال تھا اور آپریشن ابھی تک جاری تھا۔ اسے دوبارہ آتے دیکھ کر وڈیڈ خفا ہوگئے۔ اس نے پروا نہ کی۔ وہ عورت ایک طرف بیٹھی ہاتھ جوڑے دعا کررہی تھی۔ دونوں لڑکیاں ابھی بھی بنا آواز رو رہی تھیں۔ چند اور لوگ بھی ان کے قریب کھڑے اور بیٹھے تھے۔

"اگر وہ مرگئی۔" داؤد نے سوچا تو یہ عورت جو اس کی ماں لگتی ہے' کیسے روئے گی۔ تڑپ جائے گی اور اس سب کا ذمہ دار وہ ہوگا۔

داؤد چلتا ان کے پاس گیا... عورت نے نظریں اٹھا کر داؤد کی طرف دیکھا۔ اس کی شکل پر چھائی پشیمانی' افسردگی' افسوس یہ بتانے کے لیے کافی تھا کہ وہی ہے جس نے ان کی بیٹی کو کچل دیا ہے۔ ان کے نظر اٹھا کر داؤد کی طرف دیکھنے نے داؤد کو اندر تک پشیمان کردیا۔ اس کے سمجھ میں نہیں آیا کہ ان سے کیا کہے' ہمت جمع کی۔

"میری کار سے..." وہ رک کر دیکھنے لگا۔

ان کے کندھے سے لگ کر روتی ایک لڑکی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ غصے اور کھا جانے والی نظروں سے' انہوں نے ایک ہاتھ سے لڑکی کے اٹھے سر کو اپنے رخ کیا۔ لڑکی نے سر کو واپس جھکا لیا۔ دونوں نے کچھ بھی نہ کہا۔

ان کا کچھ نہ کہنا ہی داؤد کے لیے بہت بڑا تازیانہ تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ٹک کر کھڑا ہوگیا۔ اب وہ وہاں سے نہیں جائے گا۔ اب کچھ بھی ہو... اگر زندہ رہی تو بھی' مرگئی تو بھی اب وہ بھاگنے والی غلطی نہیں کرے گا۔

☼ ☼ ☼

اسی دن شام کو داؤد نے لڑکی کو پرائیویٹ اسپتال میں شفٹ کروادیا۔ وہ آئی سی یو میں تھی۔ پولیس کیس تو کیا بنتا۔ خود داؤد اپنی شرمندگی میں خود ہی گرفتار تھا۔

وہ دونوں ٹانگوں سے معذور ہوچکی تھی۔ دایاں ہاتھ کاٹا نہیں گیا تھا۔ لیکن وہ مفلوج ہوچکا تھا۔ اس کی ٹانگیں چور چور ہوچکی تھیں۔ سر پر چوٹیں آئی تھیں۔ مکمل وجود کہیں کا نہ رہا۔ لڑکی چڑ مرا کر آدھی رہ گئی۔ اس رات اس کے والد پر فالج کا شدید حملہ ہوا تھا اور اسی رات اس کے ساتھ یہ سب ہوگیا۔

ردا آئی اسپتال اسے دیکھنے۔

"یہ تو تقریباً" ختم ہی ہوچکی ہے۔" شیشے کے پار اسے دیکھ کر ردا کے بنا نہیں رہ سکی۔

داؤد نے نئے سرے سے مریم کو حساب کتاب کی نظروں سے دیکھا۔

"اس وقت وہ سڑک پر کیا کررہی تھی؟"

"اس کی مدر کا کہنا ہے کہ اس کے والد کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ وہ گھر سے نکلی' سڑک تک آئی' ان کے لیے رکشہ' ٹیکسی لینے... مجھے یقین ہے کہ دور سے اس نے میری کار کو آتے دیکھا تو زرا قریب ہونا چاہا ہوگا' تاکہ مجھے روک سکے' مدد کے لیے۔"

"پھر..."

"مجھے تو وہ نظر ہی نہیں آئی... میں اتنی رفتار میں تھا... جیسے جہاز چلا رہا ہوں۔" وہ افسردہ ہوگیا۔

ردا نے اس کی افسردگی پر گہرا سانس لیا۔ "یہ سب اتفاق تھا داؤد!"

"مجھے سب یہی کہہ رہے ہیں ردا! کہ یہ سب اتفاق تھا۔ میرا وہاں سے بھاگنا اتفاق نہیں تھا۔ اس کے فادر کی حالت گھر میں جب بدترین ہوگئی تو اس کا سات سالہ بھائی اسے ڈھونڈنے آیا... اتنے چھوٹے سے بچے نے اسے سڑک پر... یہ سب میری وجہ سے ہوا... اگر تھوڑی سی دیر ہوجاتی تو وہ مرجاتی۔"

"وہ جلد ہی ٹھیک ہوجائے گی۔" ردا نے تسلی دی۔

"وہ زندہ تو رہے گی' لیکن ٹھیک کیسے ہوگی۔"

"اب تم خود کو ہلکان کررہے ہو اتنا سوچ کر۔"

"سب ایسے ہی کہتے ہیں... ایسے نہیں کہنا چاہیے... مجھے لعنت ملامت کرنی چاہیے... کسی نے بھی تمہیں کہا داؤد! تم نے برا کیا... بہت برا کیا... میرا کیا

ہے... میں تو ٹھیک ہی ہوں۔"

"تم نے برا کیا۔" ردا نے کہہ ہی دیا۔

"اس سے زیادہ ردا..."

"ہاں اس سے بھی زیادہ... لیکن اب تم اتنا مت سوچو۔"

صبح و شام وہ اسپتال میں ہی رہتا' مریم کے والد دوسرے اسپتال میں ایڈمٹ تھے۔ ان کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ انہیں مریم کے معمولی زخمی ہونے کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ داؤد نے مریم کی والدہ سے کہا کہ وہ ان کا علاج بھی مریم کے ہی اسپتال سے کروا دیتا ہے۔ لیکن انہوں نے انکار کردیا۔

انہوں نے داؤد کو کچھ بھی نہیں کہا تھا' نہ اچھا' نہ برا... کہہ بھی دیتیں تو مریم کو کوئی فرق پڑنے والا نہیں تھا۔ مریم آئی سی یو میں تھی۔ وہ کچھ دیر کے لیے آجاتیں اور پھر اپنے شوہر کے پاس چلی جاتیں۔ مریم کی ایک بہن ہر وقت وہیں موجود ہوتی۔ ایک ہفتے بعد اسے کمرے میں منتقل کردیا گیا۔ وہ ابھی تک مکمل حواس میں نہیں آئی تھی۔ ہوش میں آتے ہی کراہنے لگتی۔ درد سے چلانے لگتی۔ نیم مدہوشی میں ہی یہ سب کرتی... داؤد کمرے میں ہی ایک طرف بیٹھا ہوتا۔ ایک انگریز ڈاکٹر تھا' جو اس کا علاج کررہا تھا۔

داؤد ٹکٹکی باندھے مریم کو دیکھتا رہتا۔ اس کے چہرے پر بھی جابجا چوٹیں آئی تھیں۔ گردن میں کالر لگا تھا۔ دونوں ٹانگیں گھٹنے سے کاٹی گئی تھیں۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی کی رپورٹس سے ڈاکٹرز تشویش میں مبتلا تھے۔ ڈاکٹر سے تو اس کی بہت لمبی چوڑی بات چیت ہوتی۔

مریم کی والدہ کو البتہ وہ صرف چند باتیں ہی بتاتا تھا۔ جسے سن کر ہی وہ گیلی آنکھیں پونچھنے لگتیں۔ جب مریم تکلیف سے چلاتی اس کا تکلیف زدہ چہرہ اور سارا وجود ہی داؤد کے ساتھ لپٹ جاتا کہ دیکھو میں تمہارا ہی کیا دھرا ہوں۔ دیکھو میں کتنی تکلیف میں ہوں۔

مقدس خاموشی سے ایک طرف بیٹھی رہتی' مریم پر پڑھ پڑھ کر پھونکیں مارتی... کوئی بھی داؤد سے زیادہ بات نہیں کرتا تھا۔ شاید وہ اسے سخت ناپسند کرتے تھے۔ ایک بار اس نے خود سے ہی اسے مخاطب کرلیا۔ وہ اپنی کورس کی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔

"کس کلاس میں ہو تم...؟" اس نے سر اٹھایا۔ داؤد کی طرف دیکھا۔ داؤد کو سمجھ نہیں آئی۔

"ٹائنتھ میں۔" وہ مسکرائی تو داؤد بھی مسکرانے لگا۔

"اور یہ..." داؤد نے مریم کی طرف اشارہ کیا۔ وہ مقدس سے ایک ڈیڑھ سال بڑی ہی لگتی تھی۔

"یہ اسکول میں پڑھاتی ہیں۔"

"یہ ٹیچر ہیں؟" داؤد حیران رہ گیا۔

"جی... گھر کے قریب ہی اسکول ہے' وہاں..."

"تمہارے ابو کیسے ہیں اب؟"

"وہ ویسے ہی ہیں۔" مقدس کا منہ اتر گیا۔ "پچھلی بار بھی مہینوں ایسے ہی بیمار رہے تھے۔"

ایک سربراہ بیمار تھا۔ ایک دوسرے کمانے والے ہاتھ کو اس نے روند ڈالا تھا۔ اف... داؤد کا سر گھومتا رہتا۔ رات کو وہ گھر واپس آجاتا اور کاؤنٹر پر فون کر کے پوچھتا رہتا۔ اس نے مقدس کو بھی ایک فون دے دیا تھا' تاکہ کوئی مسئلہ ہو تو وہ اسے فون کرسکے' صبح اٹھتے ہی اسپتال بھاگتا' دس دن سے اس کی یہی روٹین تھی۔

"وہ بہت اچھا اسپتال ہے داؤد! تمہیں روز روز جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسٹاف ہے وہاں۔"

"مجھے وہاں جاتے رہنا ہے۔"

"ایسے ہزاروں ایکسیڈنٹ روز ہوتے ہیں... زندگی اسی کا نام ہے۔ لوگ تو مار کر بھاگ جاتے ہیں' پلٹ کر پوچھتے بھی نہیں۔"

"بھاگا میں بھی تھا۔"

"ہم اس کا بہترین علاج کروا رہے ہیں۔"

"علاج میرا ہو رہا ہے ڈیڈ۔"

"تمہیں اتنا گھبرائی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے بیٹا۔"

مقدس اسے فون کررہی تھی۔ اس نے ڈیڈ کی بات

پر کوئی ردعمل نہیں دکھایا۔

"آج میرا پرچہ ہے... رمشہ کا بھی۔"

داؤد جلدی سے اسپتال پہنچا۔ انہیں ڈرائیور کے ساتھ اسکول ڈراپ کروایا اور خود مریم کے پاس آگیا۔ وہ اسی انتظار میں تھا۔ کرسی گھسیٹ کر وہ اس کے بیڈ کے قریب لے آیا۔ افسردہ صورت لیے اسے دیکھنے لگا۔ وہ نئے نئے احساسات کا شکار' ہر نئے پل ہوتا تھا۔ سوچوں میں گم رہتا۔ کیا سے کیا سوچتا رہتا۔ اس کی شکل مقدس سے ملتی تھی اور مقدس بہت پیاری بچی تھی' گہری براؤن آنکھیں اور بال... سفید رنگت... دراز اور پتلی سی... دھیمی پیاری سی آواز میں بات کرتی... انداز ڈرا ہوا اور لیا دیا سا ہوتا... مریم بھی مقدس کی طرح ہی دکھتی تھی۔ گہرے براؤن بال جنہیں سر پر آئی چوٹ کی وجہ سے کاٹنا پڑا تھا۔ کہیں کہیں سے... وہ آدھ گنجی تھی... گالوں پر... پیشانی پر... ناک' ٹھوڑی... جابجا زخم تھے۔ گھنی بھنویں جن میں سے ایک پر کٹاؤ زخم آیا تھا۔ اب شاید ہی وہاں کبھی بال آتے... گھنی پلکوں والی آنکھیں جو بند ہی رہتیں۔

پہلی بار داؤد نے جب ان آنکھوں کو کھلا دیکھا تو ڈر گیا۔ ان میں دیکھتے ہی وہ سہم گیا۔ کمرے میں اس کی دونوں بہنیں موجود تھیں اور اس کے کراہنے پر وہ ڈاکٹر کو بلا لایا تھا اور جب ڈاکٹر اسے چیک کر رہا تھا تو داؤد ان آنکھوں کو دیکھ رہا تھا اور انجانے میں ڈاکٹر کی اوٹ میں چھپ رہا تھا۔ مریم کی آنکھوں سے تکلیف سے پانی بہنے لگا۔ مقدس اس کے سر کو سہلانے لگی اور رونے بھی لگی۔ وہ بیڈ پر مچل رہی تھی۔ ڈاکٹر نے دونوں کو کمرے سے جانے کے لیے کہا۔ ڈاکٹر اور نرس اسے چیک کر رہے تھے اور داؤد گیلے گالوں کو دیکھ رہا تھا۔ اسے اس وقت پھر اس سے وہی ڈر لگا جو اس رات اس سے لگا تھا۔ اس وقت وہ خون میں لت پت تھی۔ آج آنسوؤں اور تکلیف میں... اس نے ٹشو سے اس کے گال اور آنکھیں صاف کیں... اس کی آنکھوں کی پتلیاں اور کراہتا وجود لحظے بھر کے لیے ٹھہر سا گیا۔

اس نے پلکیں اٹھا کر ٹشو تھامے ہاتھ کو دیکھا اور پھر ہاتھ سے اوپر اسے... داؤد گڑبڑا گیا۔ پھر ڈاکٹر کی آڑ میں چھپ گیا۔

انجکشن لگنے سے وہ پھر نیم غنودگی سے نیند میں چلی گئی۔ ابھی اسے خود نہیں معلوم تھا کہ اس کے ساتھ کیا کچھ ہو گیا ہے۔

"جب اسے معلوم ہو گا کہ وہ کتنی مفلوج ہو چکی ہے تب..." کرسی پر بیٹھا داؤد اس تب کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

"آئی ایم سوری لیڈی..." داؤد نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھنا چاہا۔ جیسے اکثر التجا کرتے وقت زمین میں یا پیروں کی طرف نظریں گاڑی جاتی ہیں۔ وہ زمین سے بھی پرے تھی اور پیروں سے بھی... داؤد نے ہاتھ پرے کھینچ لیا۔ اتنا ہی کہہ کر وہ ایک ہی انداز سے دیر تک بیٹھا رہا۔ اس کی آنے والی زندگی کا خاکہ بنانے لگا۔

"کیسے چلے گی... اٹھے گی... کیسے ہنسے گی اور کیا کرے گی۔ زندگی اب اس کے لیے کیسی ہو جائے گی؟"

☆ ☆ ☆

دو ہفتے ہونے والے تھے ردا کے ساتھ اس کی فون پر ہی بات ہو جاتی تھی۔ کبھی وہ رات گئے آجاتی' لیکن وہ کوئی بات ہی نہیں کرتا تھا۔ وہ بھی اسے زیادہ ڈسٹرب نہیں کرتی تھی' مل کر چلی جاتی' دو بار مریم کے پاس بھی آئی تھی۔

"کیسی ہے مریم۔" اس نے فون کیا۔

"ویسی ہی ہے۔"

"ابھی وقت تو لگے گا نا اسے ٹھیک ہونے میں۔"

اس نے صرف گہرا سانس ہی لیا۔

"تم نے بہت الیفرٹ کی ہے اس کے لیے... تمہیں بھی آرام کی ضرورت ہے۔ سارا سارا دن اسپتال میں رہتے ہو۔"

ردا بولتی رہی' وہ سنتا رہا۔ فون بند ہو گیا' شام کو وہ

خود آگئی وہاں۔

"ہماری شادی میں زیادہ وقت نہیں رہ گیا۔"

"شادی..." جیسے اسے اب یاد آیا کہ اس کی تو شادی بھی ہے۔

اس کا کوئی ردعمل ظاہر نہ کرنا ردا کو برا لگا' لیکن ظاہر نہیں کیا۔

"چلیں..." اس نے داؤد کا ہاتھ پکڑا... مقدس دونوں کی طرف دیکھ کر رخ بدل کر بیٹھ گئی۔

"کہاں؟"

"ماما نے کچھ اپائنٹمنٹس لی ہیں' وہاں جانا ہے۔"

"تم چلی جاؤ۔"

"اکیلی جا سکتی تو چلی جاتی... تمہیں بھی ساتھ ہونا ہے۔"

"مجھے وقت ملے گا تو میں چلا جاؤں گا' تم ایڈجسٹ کر لو پلیز۔"

"تم ابھی کیوں نہیں جا سکتے داؤد۔" ردا کی آواز بلند ہو گئی۔

داؤد اس کی طرف دیکھ کر رہ گیا اور باہر لے آیا اسے۔

"تم دیکھ سکتی ہو اس لڑکی کی حالت... بار بار ہوش میں آکر بے ہوش ہو جاتی ہے۔ روز اس کے بہت سے ٹیسٹ ہوتے ہیں۔ بہت سے اور مسائل ہیں' اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔ اس کے فادر بھی بیمار ہیں۔ مدر بھی اس کے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ چھوٹی سی بچی رہتی ہے پاس... تو اس کی اس حالت کے ذمہ دار کو تو یہاں ہونا ہی چاہیے نا۔"

"اسٹاف ہے یہ سب کرنے کے لیے۔" ردا کا مزاج بگڑنے لگا۔

"میں یہ سب خود کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو تم میرے ساتھ نہیں آرہے۔"

"ابھی بہت وقت ہے ہمارے پاس..." وہ چڑ گیا۔

"وہ وقت بھی نہیں رہے گا' اگر تم یہیں بیٹھے رہے۔"

ردا غصے میں چلی گئی۔ اس کے انداز پر داؤد کو غصہ آگیا اور دو دن اس سے کوئی بات نہیں کی۔

دو دن بعد رات کو وہ اس کے گھر آئی۔ وہ سو رہا تھا۔ اسے اٹھایا۔

"تم کیا کر رہے ہو داؤد... مجھ سے کیوں ناراض ہو۔"

"میں ناراض نہیں ہوں۔" ناراض انداز اپنائے اٹھ کر واش روم میں جا کر آنکھوں پر پانی مارنے لگا اور کاؤچ پر آکر بیٹھ گیا۔ ردا اس کے پیچھے پیچھے ہی تھی' وہ بھی بیٹھ گئی۔

"تم نے مجھے فون نہیں کیا... میرا فون نہیں اٹھا رہے۔ ملتے بھی نہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم یہ سب کیوں ہو رہا ہے۔" وہ جھنجلا گیا۔

"تم ایسے کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ میں دو راتوں سے سو نہیں سکی۔"

"اور میں کئی راتوں سے سو نہیں سکا... کیا تمہیں معلوم ہے؟"

"اس حادثے کو تم نے سر پر سوار کر لیا ہے۔"

"ایسے بات نہ کرو... جیسے میں نے گن سے صرف ایک چڑیا کو زخمی کر دیا ہے یا کسی چیونٹی کو مسل دیا ہے بس۔"

"تو تم کیا چاہتے ہو' ہم سب کیا کریں' انکل نے' تم نے' اتنا کچھ تو کیا ہے' اور کیا چاہتے ہو؟"

"ٹھیک ہے۔" داؤد نے کہا۔ یہ وہ تب کہا کرتا تھا۔ جب اسے مزید بات نہیں کرنی ہوتی تھی۔

"تم مجھ سے ناراض کیوں ہو؟"

"مجھے اسپتال میں تمہارا انداز اچھا نہیں لگا تھا۔ تمہیں تو سمجھنا چاہیے کہ میں کیوں ہوں وہاں۔"

"میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتی تھی بس..."

"نہیں... تم اوب گئی تھیں۔ تمہیں بھی لگتا ہے کہ بس بہت ہو چکا۔ بہت کر لیا داؤد نے... اگر اس کی جگہ تم ہوتیں... کیا میں ایسے تمہیں چھوڑ کر چلا جاتا۔"

ردا نے بے یقینی سے داؤد کی طرف دیکھا۔ اسے غصہ آگیا۔ ”مجھ میں اور اس میں فرق ہے داؤد۔“

”کیا فرق ہے؟“

ردا اور بے یقین ہوگئی۔ ”تم نہیں جانتے؟“

”کیا تم دونوں انسان نہیں ہو؟“

”انسان تو کروڑوں اور بھی ہیں۔“ ردا کی آواز نم ہوگئی۔ ”فرق تو تعلق کا ہے۔“

”یہی بات... ٹھیک کہا... لاکھوں اسپتالوں میں پڑے ہیں ان میں اور مریم میں میرے لیے یہ فرق ہے کہ وہ میری وجہ سے وہاں ہے‘ میرے اندر بے سکونی بڑھتی جارہی ہے اور تمہیں اندازہ نہیں ہے۔ میں پھٹ پڑنے کے قریب ہوں۔ جب جب اس کی طرف دیکھتا ہوں‘ کیسا محسوس کرتا ہوں‘ بیان نہیں کرسکتا۔“

”وہ سب تمہاری غلطی نہیں تھی۔“

”یہ تسلی مجھے سب دے رہے ہیں۔ مجھے خود کو بھی یہی تسلی دینی چاہیے۔ لیکن دے نہیں سکتا اب۔ میری کار ہوا سے باتیں کررہی تھی۔ سنسان سڑک دیکھ کر میں نے کار کو جہاز بنالیا۔ سی ڈی اٹھانے کے لیے نیچے جھکا اور کیا‘ کیا سنو گی... مجھے شرم آتی ہے خود کو یہ کہتے ہوئے کہ صرف میری غلطی نہیں تھی۔ وہ کار کے سامنے آئی‘ وہ کیوں آئی‘ وہ سڑک پر کیا کررہی تھی‘ قصور صرف میرا نہیں ہے۔ اگر اس کی جگہ میں بیڈ پر ہوتا تو میں سب کا قصور نکالتا... سڑک بنانے والے اور گاڑی بنانے والے کا بھی... میں دونوں ٹانگوں سے معذور ہوجاتا تو شاید ساری دنیا کو آگ لگا دیتا۔“ وہ بھڑک اٹھا۔

”تم الٹا سوچ رہے ہو۔“ ردا اس کے انداز پر خائف ہوگئی۔

”اگر یہ الٹا ہے تو میں آج کل یہی سوچ رہا ہوں۔“

”تم مجھ سے محبت نہیں کرتے کیا۔“ وجہ کوئی بھی ہو‘ شک محبت کی طرف ہی جاتا ہے۔ ردا کا انداز شک لیے ہوا تھا۔ داؤد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”کیا اب میں تمہیں یاد نہیں آتی۔“ داؤد نے اس کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا۔

”اب تم الٹا سوچ رہی ہو۔“

ردا مسکرائی ضرور‘ لیکن مطمئن نہیں ہوئی۔

☆ ☆ ☆

”تمہارے پیپرز کیسے ہورہے ہیں؟“

”ٹھیک ہی ہورہے ہیں بس... آپ کو پتا... کل ساری رات آپی باتیں کرتی رہی ہیں مجھ سے۔“ مقدس کو جیسے یاد آگیا بتانا۔

”رئیلی...“ اتنی اہم بات وہ اتنی دیر سے بتا رہی تھی۔

”جی...“

”کیا باتیں۔“ دونوں سرگوشی کی صورت بول رہے تھے۔ پہلی بار مریم اپنی نیند سے سوئی تھی۔

”ابو کی باتیں... رمشا احمد کی... میری۔“

”اچھا...“ داؤد جاننا چاہتا تھا کہ حادثے سے متعلق کیا بات ہوئی۔

”رو رہی تھیں بہت۔“ کہہ کر مقدس خاموش سی ہوگئی۔

داؤد سوچ سکتا تھا کہ وہ کتنا روئی ہوگی۔ ”پھر...“

”روتے روتے سو گئیں۔“

”پوچھا نہیں... جو سب ہوا؟“

”پوچھا تھا... میں نے بتادیا۔ اماں نے سمجھا دیا تھا کہ کیسے تسلی دینی ہے انہیں۔ بہت سمجھ دار ہیں آپی۔“ مقدس اپنی کتاب پڑھنے لگی۔ شاید کتاب کی آڑ میں اپنے آنسو چھپانا چاہتی تھی... رو دینے کے قریب ہوگئی۔ داؤد کا دل چاہا اس کے قریب بیٹھ کر اسے تسلی دے۔

”میں نے بہت برا کیا تمہاری بہن کے ساتھ۔“

مقدس چونکی۔

”اماں کہہ رہی تھیں ایسے ہی ہونا تھا‘ ہوگیا... اب الزام دینا شکری ہوگی۔“

”میری وجہ سے ہوا سب۔“

”آپ نہ ہوتے‘ کوئی اور ہوتا... ہونا یہی تھا...

اماں نے کہا۔ کچھ چیزوں سے بچاؤ ممکن نہیں، جیسے موت سے۔"

داؤد کو یہ فلسفہ اچھا لگا اس پر یقین رکھنے والے بھی۔

مریم کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ وہ ایسے ہی لرزتی رہتی تھیں۔ جیسے بند آنکھوں کے پار وہ کسی چیز سے نبرد آزما ہو۔

کتاب ایک طرف رکھ کر مقدس نماز پڑھنے لگی۔ وہ بیڈ کے عین سامنے رکھے صوفے پر بیٹھا تھا۔ انجانے میں مریم کو دیکھ رہا تھا۔ مگر اپنی ہی سوچوں میں گم تھا کہ اس کی آنکھیں کھلی۔

دونوں کی نظریں عین ملیں۔ داؤد نے فوراً" نظریں چرالیں، اتنی سی دیر میں ہی اس نے اس کی آنکھوں میں غم و غصہ دیکھ لیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آئی کیا کرے... اٹھ جائے... اس کے پاس جاکر حال احوال پوچھے یا نظریں چرا کر وہیں بیٹھا رہے۔ مریم نے آنکھیں بند کرلی۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

"کیسی ہو مریم... درد تو نہیں... میں ڈاکٹر کو بلا لاؤں۔"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خود ہی نرس کو لے آیا۔ اس نے چیک کیا۔ بیڈ سیٹ کیا اور سہارا دے کر اسے بٹھایا۔

"تھک جائے تو لیٹ جائے۔ بہتر ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایسے ہی بیٹھے۔" کہہ کر وہ چلی گئی۔ مقدس سے مریم نے پانی مانگا۔ گلے میں پڑے اس کے دوپٹے کو مقدس نے سر پر اوڑھا دیا، وہ ٹیک لگائے آنکھیں موندے دراز تھی۔

اب داؤد کیا کرے۔ ایک پہاڑ اسے اپنے سر پر رکھا نظر آنے لگا۔ کوئی کام کبھی اسے اتنا مشکل نہیں لگا تھا، جتنا اس سے بات کرنا اس کا سامنا کرنا لگ رہا تھا۔

مقدس فون پر مریم کی بات کروانے لگی۔ دھیمی آواز سے مریم باتیں کرنے لگی، جلد ہی تھک گئی تو فون مقدس نے پکڑ لیا۔

"میں داؤد ہوں۔" بہت مشکل سے آواز نکالی، بیڈ کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا، آنکھوں میں پھر وہی غصہ... غم... گہری براؤن آنکھیں... افسردہ... سوگوار۔

"میری کار سے آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔"

اس نے فوراً" آنکھیں موندی اور سانس ایسے لی جیسے کہا ہو "دور ہو جاؤ۔"

اس انداز پر داؤد کی رہی سہی ہمت بھی جاتی رہی، وہ کمرے سے نکل آیا۔ کار لے کر ادھر ادھر گھومنے لگا۔ سمجھ نہیں آرہا تھا اس کے لیے کیا کرے۔ اس کے لیے سب کچھ کر کے بھی صفر ہی تھا۔ انسان کے پاس اپنا سب کچھ وہ خود ہی ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں دنیا دیکھتی آنکھیں... ہاتھ... پاؤں... مکمل وجود مکمل زندگی نہیں رہتا، لیکن مکمل احساس ضرور رہتا ہے، نامکمل وجود سب مکمل کو بھی ادھورا بنا دیتا ہے۔ انسان کے وجود کی کوئی قیمت نہیں اور اگر کوئی انہیں کھو بیٹھے تو بے مول کیسے نہ ہو وہ۔

اس نے ایک خوش حال زندگی گزاری تھی۔ آواز دینے پر ملازم حاضر... ہنسنے اور ہنسانے کے لیے وقت اور لوگ بہت... اطوار بہت... انداز بہت... زندگی میں بہت رنگ تھے، سب ہی خوش رنگ تھے۔ فارغ اوقات میں وہ دوستوں کے ساتھ طرح طرح کے مشغلوں میں مصروف رہتا تھا۔ اچانک سے رنگ بدل لینے والی زندگی نے اسے ورطہ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ اس کی زندگی کبھی کسی بڑے سانحے کیا چھوٹے سے دکھ سے بھی آشکار نہیں ہوئی تھی۔ دنیا کی ابتری اس کی زندگی کا حصہ نہیں تھی۔ مریم کا یہ حال دیکھا تو وہ بجھ گیا۔ زندہ دلی مر گئی، اس کی ماں کو چپکے چپکے روتے دیکھا، پھر بھی صابر ہی پایا۔ نہ کوئی لعن طعن، نہ شکوہ شکایت، اتنا بڑا سانحہ اور اتنی اعلا ظرفی۔

مریم کو دیکھنے جو رشتے دار آتے اس کی حالت دیکھ کر دم بخود رہ جاتے۔ اس کی آئندہ زندگی کا نقشہ ہر کوئی بنا سکتا... دیکھ سکتا تھا۔ دونوں ٹانگوں سے معذور، ریڑھ کی ہڈی کے مسائل لیے اب یہ لڑکی کیا کرے گی؟

☆ ☆ ☆

اگلے دن وہ اسپتال آگیا۔ شام کا وقت تھا۔ مقدس اور مریم باتیں کر رہی تھیں۔ اسے دیکھ کر دونوں چپ کر گئیں۔ اس نے مریم کا حال احوال پوچھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مقدس ہی بتانے لگی، وہ ٹیک لگائے نیم دراز تھی۔ اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر کہا۔

"مجھے ڈسچارج ہونا ہے۔"

"آپ کو چند ہفتے اور یہاں رہنا ہوگا۔"

"اس سے کیا ہوگا۔" اس کا انداز تلخ تھا، افسردہ سا۔

"آپ انڈر چیک اپ ہیں، آپ کی بیک بون..."

"مجھے یہاں سے جانا ہے۔" اس کی آواز نم ہو گئی۔ جیسے ابھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گی۔

"آپ... مجھے معاف کردیں، پلیز مریم۔" اسے یہ کہنا ہی تھا۔ ہمت نہیں ہو رہی تھی اب یکدم سے کہہ دیا۔ "میری وجہ سے..."

"اماں نے کہا۔ آپ مجھے گھر سے نکال کر نہیں لے گئے تھے کہ آؤ تمہیں کچل دوں۔" مقدس نے اس کی چھلکتی آنکھیں صاف کیں۔

"جو کچھ ہوا، ہو گیا، مجھے یہاں سے جانا ہے۔"

"آپ کا علاج ہو رہا ہے۔" داؤد کا دل چاہا اس کی گیلی آنکھیں بڑھ کر خود صاف کردے۔ اس نے گردن ایک طرف گرا سی دی اور آنکھیں موندلیں۔

داؤد ناچار اٹھا۔ ڈاکٹر سے بات کی، ابھی وہ نہیں جاسکتی تھی، اس نے آگر بتادیا۔

"آپ یہاں مت آیا کریں۔ مجھے اجنبی لوگ اچھے نہیں لگتے۔"

یہ پہلی اور بھرپور بے عزتی تھی، جو اسے مل رہی تھی، کتنا بہترین جملہ تھا۔

اسے ایک اور نظر دیکھ کر وہ باہر آگیا۔ اب اسے صرف اسٹاف سے ہی ملتے رہنا تھا۔ اس کے کمرے میں نہیں جانا تھا۔ وہ اس کا منگنے اسپتال میں علاج کروا رہا تھا۔ اسے وی آئی پی کمرے میں رکھا گیا تھا۔ وہ صبح و شام وہاں آتا تھا۔ بھاگ دوڑ کرتا تھا۔ پھر بھی یہ سب بے حد معمولی تھا جو کچھ وہ اس کا چھین چکا تھا، اس کے مقابلے میں... چند دن پہلے اس نے مریم کی والدہ کو پیسے دینے چاہیے تھے۔ وہ بے چارگی سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"اب ہماری اتنی بے عزتی مت کرو۔" داؤد نے شرمندگی سے ہاتھ کھینچ لیا۔

ایک گھرانہ جہاں تین لڑکیاں اور ایک بچہ ہے۔ گھر کا سربراہ بیمار ہے۔ ایک دوسرا کمانے والا ہاتھ معذور ہو چکا۔ چھوٹے سے گھر میں بڑے بڑے مسائل کا شکار افراد اتنے غیرت مند... ان کی مشکل زندگی کو اس نے مشکل ترین بنا دیا۔

اس نے سوچا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ صرف پیسہ ہی خرچ کر رہا ہے نا۔ اصل ہمت تو وہ سب دکھا رہے ہیں۔ آخر وہ کیا کھاتے ہیں کہ اتنے طاقت ور ہیں... اسے معاف کردیا۔ قسمت کا لکھا جان کر صبر کرلیا۔ اتنا آسان نہیں ہے یہ سب۔

نہ چاہتے ہوئے بھی اسٹاف سے مریم کی حالت کے بارے میں معلومات لے کر وہ کمرے میں آگیا۔ مریم سو رہی تھی۔ مقدس اور رمشہ دونوں کتاب پڑھ رہی تھیں، ہاتھ ہلا کر وہ پلٹ گیا۔

☆ ☆ ☆

"ڈسچارج ہو گئی وہ؟" ڈیڈ پوچھ رہے تھے آج کل وہ گھر ہی میں نظر آرہا تھا۔ مسلسل ٹی وی کے چینلز بدل رہا تھا۔ غصے میں لگ رہا تھا۔

"جی..."

"اب خود پر توجہ دو ذرا... اگلے مہینے تمہاری شادی ہے۔"

وہ چینلز ہی بدلتا رہا۔

"یار اتنے گم صم کیوں ہو... ہو گیا جو ہونا تھا۔"

"ہو گیا جو ہونا تھا، لیکن فرق تو پڑا نا کسی کو۔" وہ جھنجلا کر بولا۔

"فرق تو ہمیشہ رہے گا۔"

"سب میری وجہ سے۔"

"تم نے اتنا کچھ کیا ہے ان کے لیے۔"

"پھر بھی مجھے سکون نہیں ملا ڈیڈ!"

"کم آن داؤد۔"

"سچ کہہ رہا ہوں ڈیڈ۔۔۔ اگر اس کی جگہ میں ہوتا۔"

"پاگل ہو داؤد۔۔۔" مام برا مان گئیں۔

"آپ کا تصور سے یہ حال ہے اور اس کے ماں باپ پر کیا گزرتی ہوگی۔ وہ اپاہج ہو چکی ہے۔" مام قریب آکر بیٹھ گئیں۔ اس کا سر سہلانے لگیں۔ "تم ان کی مدد کرتے رہو۔"

"وہ نہیں چاہتے اور کوئی ہیلپ۔۔۔ کہتے ہیں ایسا ہی ہونا تھا' ہو گیا۔"

"گریٹ۔۔۔" ڈیڈ مسکرائے۔ "اچھے لوگ ہیں وہ۔"

"لیکن۔۔۔ میں اچھا نہیں ہوں۔"

"کم آن سن لیوائٹ۔۔۔ وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میرے لیے سب ٹھیک ہو جائے گا' ان کے لیے مشکل' خاص کر مریم کے لیے۔"

"تم ان سے ملتے رہنا۔۔۔ آج مدد نہیں لے رہے' کل لے لیں گے۔"

اس نے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔ دونوں نے اسے تشویش سے دیکھا۔

"میں مریم کو گھر لانا چاہتا ہوں۔"

کمرے میں سناٹے کا دھماکہ ہوا۔ بہت دیر تک یہی سناٹا چھایا رہا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ دونوں کی طرف باری باری دیکھا۔

"اسے اپنے ہاتھوں کا سہارا دینا چاہتا ہوں۔ اس کا خیال رکھنا چاہتا ہوں۔ اس کے سارے کام کرنا چاہتا ہوں' اس کی تکلیف۔۔۔"

"تم کیا کہہ رہے ہو؟" ڈیڈ کی دھیمی آواز پاٹ دار ہو گئی۔

"شادی۔۔۔" وہ ڈرا ضرور لیکن کہہ دیا' سر اٹھائے انہیں دیکھنے لگا۔

"نان سینس!" ڈیڈ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے۔

"تمہارے بہن' بھائی آنے ہی والے ہیں' تمہاری شادی کے لیے۔۔۔ جانتے ہو نا تم۔۔۔ گھومو پھرو' خود کو مصروف کرو' کیا اول فول بک رہے ہو۔" مام بھی کہہ کر چلی گئیں۔

دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ اسے پاگل سمجھ کر۔۔۔ جب یہی پاگل حادثہ کر آیا تھا تو دونوں اس کا حل نکالنے بیٹھ گئے تھے اب۔۔۔ مریم کی زندگی کا حل کون نکالے گا' اس نے ردا کو فون کیا۔

فون ردا کے ہاتھ سے گر گیا اور وہ چکراتے سر کو تھامے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"ماما۔۔۔ ماما۔۔۔" وہ چلانے لگی۔ ماما بھاگی آئیں۔

"داؤد! مریم سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

☆ ☆ ☆

ردا کے پیرنٹس اسی شام ان کے گھر تھے۔ ردا کا فون بند تھا۔ داؤد انہیں آتے دیکھ کر باہر چلا گیا چپکے سے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سب اسے کیا کیا کہیں گے۔ اپنا فون بھی اس نے بند کر لیا۔ رات گئے واپس آیا تو مام' ڈیڈ دونوں ہی اس کا انتظار کر رہے تھے۔

"میں بہت شرمندہ ہوا ہوں ان دونوں کے سامنے داؤد۔"

"میں بھی مریم کو دیکھ دیکھ کر شرمندہ ہوتا ہوں۔"

"تمہاری شادی ردا سے ہو رہی ہے۔" وہ ایسے چلائے جیسے کسی ملازم پر چلا رہے ہوں۔

"ردا سے ضرور ہوگی۔" وہ تحمل سے ہی بولا۔

"ہونہہ۔۔۔ ردا نہیں مانے گی' نہ ہی اس کے گھر والے۔"

"میں اسے منالوں گا۔"

"ہم بھی نہیں مانتے۔۔۔ کیا پاگل پن ہے یہ سب داؤد۔۔۔ بے وقوف ہو تم۔"

"اگر یہ بے وقوف ڈیڑھ دو گھنٹے سڑک پر تڑپتا؟"

"شٹ اپ داؤد۔"

"آپ سب میری بات سمجھنا ہی نہیں چاہتے۔"

"ہمیں اس کے ساتھ ہمدردی ہے داؤد! مگر اب بس بہت ہو گیا۔"

"آپ کو مجھ سے ہمدردی کرنی چاہیے ڈیڈ۔"

"بحث مت کرو' ہم اس کے فادر کو اچھی نوکری دے دیں گے' بلکہ ایسا کرو تم انہیں کوئی بزنس سیٹ کروا دو۔"

"پیسے شاید ان کے خاندان کے مسائل تو حل کر دیں گے' لیکن مریم کے نہیں۔ معذوری کے ساتھ وہ کیسے زندگی گزارے گی؟"

"ہم کسی اچھے لڑکے کو ڈھونڈ کر اس کی شادی کروا دیں گے۔" بہت حل تھے ڈیڈ کے پاس۔

"وہ اچھا لڑکا میں کیوں نہیں؟" داؤد کے پاس سوال بہت تھے۔

"تمہاری شادی ردا سے ہو رہی ہے۔" ان کی آواز بلند تر ہو گئی۔

"مریم سے بھی ہو جائے گی۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔" ان کا انداز اتنا سخت تھا کہ داؤد کو برا لگا۔

"یوں تو ڈیڈ۔۔۔ اس سب نے' جو ہو رہا ہے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کیا ہے' حقیقت میں مجھ پر بہت کچھ واضح کیا ہے۔ ایک میرے مام' ڈیڈ ہیں' جو اس رویے کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ایک مریم کے فادر ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ اس سب میں میرا صرف اتنا ہی قصور ہے کہ مریم کے ساتھ یہ سب ہونا ہی تھا تو مجھ سے ہو گیا۔ آپ اس کا سہارا بننے پر مجھ پر چلا رہے ہیں اور وہ مریم کو لاچار کر دینے پر بھی نہیں چلائے۔ اس فرق کو سمجھ کر بھی اگر میں پیچھے ہٹا تو ٹھیک نہیں ہوگا۔ پھر میں تعلیم یافتہ مہذب داؤد تو ضرور ہوں گا' لیکن انسان نہیں' آپ یہ نہیں سوچتے کہ اگر زخمی ہونے والی ردا ہوتی' پھر آپ کیا کہتے؟"

"تمہاری یہ اوٹ پٹانگ باتیں۔۔۔" وہ چڑ گئے۔

"نہیں۔۔۔ مجھے معلوم کرنا ہے' اگر ردا ہوتی۔۔۔ کسی کار ایکسیڈنٹ میں ردا کا یہ حال ہوتا۔۔۔ پھر آپ میرے لیے کیا تجویز کرتے کہ چھوڑ دو ردا کو۔۔۔ ایسی لڑکی کے ساتھ کیا زندگی گزارو گے۔ کوئی اور دیکھ لیتے ہیں' جس بھی لڑکے کے ساتھ آپ مریم کی شادی کروائیں گے نا ڈیڈ۔۔۔ وہ اسے بوجھ سمجھے گا۔۔۔ میرے لیے وہ بوجھ نہیں ہوگی۔"

"ایسے لوگ خود کو سنبھال لیتے ہیں۔"

"کیسے لوگ ڈیڈ۔۔۔ میرا دماغ پھٹنے کے قریب ہے' کیسے لوگ۔۔۔ اپاہج۔۔۔ غریب۔۔۔ اور ایسے لوگ؟" اس نے اپنی طرف انگلی کی۔

"ایسے لوگوں کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔۔۔ امیر لوگ۔۔۔ مار کر بھاگ جانے والے لوگ۔۔۔ ایک امیر لڑکا اسے کچل سکتا ہے اور بس۔۔۔ اتنی ساری باتوں کا مجھے اب احساس ہو رہا ہے۔ آپ سمجھتے کیوں نہیں۔۔۔ ایک دن آپ ہوش میں آئیں اور آپ کو معلوم ہو کہ اب آپ چل نہیں سکتے' چرمرہوتی ہڈیوں کے ساتھ زندگی گزارنی پڑے گی۔ کیسا لگے گا پھر۔۔۔ دو لوگ اسے سہارا دے کر اٹھاتے۔۔۔ بٹھاتے اور آرام دلواتے ہیں۔ اس کے کام کرتے ہیں۔۔۔ یہ دو لوگ اس کی زندگی میں کون بنیں گے اور جو بنے گا وہ کب تک رہے گا۔ وہ میرے ساتھ رہے گی تو مجھے معلوم ہوگا کہ یہ سب میرا ہی کیا ہوا ہے۔ اسے مجھے ہی سنبھالنا ہے' اس کی ہر تکلیف پر مجھے۔۔۔"

"اپنی شادی کی تیاری کرو داؤد۔" اتنا سب سننے کے بعد بھی انہوں نے یہی کہا۔

"ردا کی فیملی کے ساتھ ہم نے کچھ وعدے کیے ہیں' اب ہمیں اور شرمندہ نہ کرنا۔" وہ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ مام تو صرف سنتی ہی رہی تھیں دونوں کو۔ ڈیڈ اٹھ کر گئے تو وہ بھی چلی گئیں۔ داؤد البتہ ٹہلنے لگا' رات گئے تک لان میں۔

☆ ☆ ☆

ردا کا فون بند تھا۔ گھر کے کسی فون پر وہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی۔

گھر وہ جانا نہیں چاہتا تھا۔ نجانے کیا بدمزگی ہو جائے' شام تک وہ فون پر بات کرنے کے لیے کوششیں کرتا رہا۔ پھر وہ گھر آگیا۔ سیدھا اسی کے کمرے میں گیا۔

"تم مجھ سے محبت نہیں کرتے کیا؟" اس کا سوال یہی تھا۔ پہلا لازمی سوال۔

"تمہیں شک ہے؟"

"شک تو تم نے ڈالا۔"

"میں صرف اس کا سہارا بننا چاہتا ہوں ردا۔"

"یہ صرف سہارا بننا ہے؟" ردا روتی رہی تھی۔ لیکن اب ایک مضبوط وکیل بنی بیٹھی تھی، مقدمہ لڑ رہی تھی اپنا۔

"اور بھی بہت کچھ ہے، تم سمجھتی تو یہ سب نہ پوچھتیں۔"

"تم اس سے شادی کا ہی کیوں سوچ رہے ہو۔"

"بنا نکاح کے کیا میں اسے ہاتھوں پر اٹھا سکتا ہوں۔"

ردا کا منہ کھل گیا۔

"بولو... ہر شخص مجھے سمجھا رہا ہے، کوئی مجھے نہیں سمجھ رہا۔ سب چاہتے ہیں، انہیں پیسے دے دیے جائیں۔ آخر میں کیوں نہ آگے بڑھوں۔ کیا اسے صرف پیسے کی ضرورت ہے۔ یا ایک انسان کی۔"

"رات دن اس کے ساتھ رہ رہ کر۔" ردا کا انداز داؤد حیران رہ گیا۔

"اوشٹ اپ ردا۔" وہ دھاڑا۔ غصے سے اس کا منہ سرخ ہو گیا۔ بہت دیر خاموشی رہی۔ دونوں غصے میں تھے۔ دونوں کو ایک دوسرے کا انداز بہت برا لگا۔ ردا نے چاہا کہ وہ اٹھ کر چلی جائے اور وہ اٹھ گئی۔ جانے لگی تو داؤد نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"بیٹھو یہاں ردا... میں اپنے کسی افیر کی بات نہیں کر رہا، نہ ہی کسی چھپے ہوئے تعلق کی... یہ محبت کا معاملہ نہیں ہے۔ ہاں انسان ہونے کے ناطے محبت ضرور ہے۔"

ردا اس کی طرف دیکھتے رہنے کے بعد بیٹھ گئی۔ داؤد بہت ڈسٹرب نظر آنے لگا تھا۔ چند ہفتے پیشتر کی ہنسی اور چمک دونوں میں سے غائب ہو چکی تھی۔ اسے داؤد کی فکر تھی۔ داؤد کو مریم کی۔ حقیقت میں داؤد کو اپنے ضمیر کی فکر تھی۔

"ردا... سنو... میں نے اس جگہ اس بیڈ پر اس حالت میں پہلے تمہیں رکھا اور سوچا کہ میں کیا کرتا اگر اس حالت میں تم ہوتیں... میں تب بھی یہی کرتا، پھر میں خود وہاں جا لیٹا۔ جانتی ہو کیا ہوا۔ میں نے خود کو سسکتے دیکھا۔ ناامید... شکستہ... زندگی سے بے زار... میں نے ماں، ڈیڈ کے علاوہ سب کو چھوڑ کر جاتے دیکھا۔ میں نے سب کو سونگھا... سب کو چکھا... سب کو جانچا... میں نے سب کچھ بدلتے دیکھا... سب رنگ... سب خوشبوئیں... سب کے سارے فلسفے، میں نے اس اذیت میں خود سے پوچھا۔ "کیا چاہتے ہو" جواب ملا... کوئی ایسا جو کبھی نہ بدلے... چھوڑ کر نہ جائے کبھی... اپنے ساتھ بسا کر آباد کرے اور زندگی کا سب کچھ دے، وہ میرا حاصل بنے۔ جو میرے لیے سارے رنگ اور خوشیاں بن جائے، کوئی ایسا... جو مجھے میری ہر حالت میں ساتھ لگائے رکھے اور وہ ایک تم تھیں... صرف تم، باقی ماندہ مکمل زندگی... میرے پاس تم تھیں ردا... اس کے پاس کون ہے جو میں نے محسوس کیا وہ کوئی اور نہیں کرے گا۔"

"تم صرف میرے ہو۔" ردا نے سب سن کر بھی یہی جواب دیا۔ "ہم دونوں مل کر اس کا خیال رکھ لیں گے۔" وہ مزید بولی۔

"جب راتوں کو وہ کراہے گی... اٹھنا بیٹھنا چاہے گی تب تم مجھے جانے دو گی اس کے پاس، تم اسے پیسہ اور ملازم دینا چاہتی ہو، جبکہ ایسے انسان کو ملازموں کی ضرورت نہیں ہوتی، ہم ایک گھر میں رہ لیں گے ردا۔ ورنہ تم دونوں الگ الگ رہ لینا۔ ہم پاس پاس ساتھ رہ لیں گے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔"

"تم مجھ سے محبت نہیں کرتیں؟"

"محبت کے نام پر میں اتنی بڑی قربانی نہیں دوں گی۔" دو ٹوک انداز۔

"تم اس سے متاثر ہو نا؟"

"بہت ہوں... جب اس نے خدائی حکم مان کر مجھے معاف کر دیا، کیوں نا ہو متاثر... وہ جو دے سکتی تھی۔

اس نے دے دیا جو میں دے سکتا ہوں۔ مجھے تو دینے دو، کیا میں غلط ہوں۔"

"تم میرے ہو۔" اس کی ایک ہی رٹ تھی۔

"تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا ردا... اس احساس کے ساتھ بھی نہیں رہ سکتا۔"

"میں تمہیں تقسیم نہیں کر سکتی۔"

"ردا کبھی کبھی ہمیں نیکی کے لیے اپنا آپ پیش کرنا ہی پڑتا ہے۔ ہر دکھ کے لیے چیزیں ہی ڈھونڈ ڈھانڈ کر نہیں لاتے، کبھی انسان بھی لانے پڑتے ہیں۔"

"نجانے تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ایک حادثہ ہی ہے نا۔ تم نے تو اسے سر پر ہی سوار کر لیا ہے۔ وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اگر تم نہ ہوتے اور یہ سب کوئی اور کر جاتا۔ پھر بھی وہ اپنی زندگی گزارتی ہی نا... اب بھی گزارے گی۔ تم پیسے سے جتنی چاہے ان کی مدد کر دو، بلکہ ہم ہمیشہ کرتے رہے گے۔" اپنی بچت کے لیے ردا دوسروں کے لیے بے حس ہو گئی۔

داؤد اٹھ کر چلا گیا۔ ردا اس کے پیچھے لپکی، لیکن وہ تیزی سے نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

سب داؤد اور داؤد سب کے ہاتھوں عاجز آ گیا۔ شادی کی تاریخ آگے نہ معلوم مدت کے لیے بڑھا دی گئی۔ باہر سے آنے والوں کو بتا دیا گیا۔ وہ وہیں سے اسے فون کر کر کے سمجھانے لگے۔

ردا ماننے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اسے ردا کے ساتھ بھی شادی کرنی تھی اور اب مریم کے ساتھ بھی... ردا سے وہ محبت کرتا تھا اور مریم کو ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ دو مہینے گزر گئے۔ ردا کا خیال تھا کہ وہ اپنی ضد چھوڑ دے گا۔ لیکن وہ نہیں مانا... وہ واپس نیویارک جا رہی تھی۔

"نہ جاؤ ایسے ردا..." وہ تلخی سے ہنسی... دونوں لان میں ٹہل رہے تھے۔ اس کے آنے سے پہلے ردا خطبی بنی اکیلی ہی ٹہلے جا رہی تھی۔ اسے دیکھ دیکھ کر کچن میں کام کرنے والے ملازم پریشان ہو رہے تھے۔

"تم پر انسانی خدمت کا بھوت سوار ہے... کر لو... مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے۔ جب کبھی آ گئی، میں آ جاؤں گی۔"

"تم مجھ سے محبت کرتی تھیں۔"

"تم بھی کرتے تھے۔"

"میں آج بھی کرتا ہوں۔"

"کرتے تو ایسے نہ کرتے۔"

"تم مجھ پر اس وقت یہ الزام لگاتیں، اگر میرا کوئی افیر ہوتا۔"

"افیر کے بارے میں بھی کون جانتا ہے۔"

داؤد کو بہت برا لگا۔ برا تو آج کل اسے بہت کچھ لگ رہا تھا، یہ بھی سہی۔

"تمہیں تو مجھے سیلوٹ کرنا چاہیے... کم سے کم میں بے حس نہیں ہوں۔"

"تمہاری حساسیت پر میں تمہیں سیلوٹ کرتی ہوں داؤد!" ردا کا انداز اور برا ہو گیا۔ داؤد نے ٹہلتے ٹہلتے اسے روک کر اپنے عین سامنے کھڑا کیا۔ "ٹھیک ہے، تم اس کے لیے کوئی میرے جیسا ڈھونڈ دو۔ میں اس سے شادی نہیں کرتا۔ اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی کرتا ہوں۔ ہم دونوں مل کر اس کے لیے کوئی خاص شخص ڈھونڈتے ہیں۔ کرو گی انتظار۔"

ردا نے اس کی طرف دیکھا۔ سر بھی نہیں ہلایا۔ وہ ابھی بھی پاگل ہی لگ رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

مصنوعی ٹانگوں کے لیے داؤد، مریم کو امریکہ لے جانا چاہتا تھا۔ رپورٹس وہ پہلے ہی بھیج چکا تھا۔ ان کی کال آ چکی تھی۔ مریم کے والد بیمار تھے۔ والدہ ان کے پاس رہنا چاہتی تھیں۔ خود مریم جانا ہی نہیں چاہتی تھی۔ وہ کتنی بھی صابر نظر آتی کچھ نہ کہتی، لیکن وہ مایوس ہو چکی تھی۔ اپنی معذوری کے غم میں مبتلا تھی۔ اب موت کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کے گھر والے صرف داؤد کے ساتھ اسے اکیلا نہیں بھیجنا چاہتے تھے۔ وہ تو داؤد کو بار بار گھر آنے سے بھی منع کرتے

تھے۔ ان کی ایسی باتوں پر داؤد کوفت کا شکار ہو جاتا۔ داؤد، ردا کو لے کر ان کے گھر آگیا کہ یہ بھی ساتھ جائے گی۔ ردا نیویارک تو جاہی رہی تھی۔ اس سے مل کر وہ مان گئے۔ داؤد نے بھاگ دوڑ کر کے مریم کے کاغذات بنوائے، ویزا لگوایا۔

ردا ایئر پورٹ اکیلی گئی تھی۔ داؤد مریم کو لے کر آگیا۔ اس کی وہیل چیئر کو دھکیل رہا تھا۔ اپنی تو اس نے شرٹ بھی نہیں بدلی تھی۔ شیو بھی نہیں کی تھی۔ بال بھی الجھے ہوئے ہی تھے۔ ردا ساتھ ساتھ تھی۔ دونوں لڑکیاں خاموش تھیں۔ گھر والوں کو خدا حافظ کہتے مریم رونے لگی تھی۔ ابھی بھی رو رہی تھی۔ داؤد کو براہ راست مخاطب بھی نہ کرتی۔ داؤد اس کی چیئر کو دھکیلتا تو وہ شرمندہ سی نظر آنے لگتی۔ جیسے اس کی سبکی ہو رہی ہے۔ اس کی بہن ہوتی تو اور بات تھی۔ اتنے سارے چلنے پھرنے والے لوگوں میں وہ اکیلی۔۔۔ اس کا چہرہ رنگ بدل رہا تھا۔ داؤد اسے اکیلا نہیں چھوڑ رہا تھا۔ ہر دم اس کے ساتھ ہی تھا، جبکہ وہ چاہتی تھی کہ وہ ذرا اس سے پرے ہو جائے۔ لاؤنج میں وہ اس کے بالکل ساتھ والی چیئر پر بیٹھا تھا۔ بار بار اس کی طرف دیکھتا تھا کہ وہ کیسا محسوس کر رہی ہے۔

ردا دونوں کے سامنے بیٹھی تھی، مریم کی نظریں لاؤنج میں بھٹک رہی تھیں۔ پھر وہ ایک چیز پر ٹک گئیں۔ پانی پر۔۔۔ داؤد اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پانی کی بوتل لا کر اسے دی، پھر ایک کتاب لے کر دی۔ اس نے ورق گردانی کر کے گود میں رکھ لی۔ شاید وہ اس کے مطلب کی نہیں تھی۔ وہ اردو میں چند میگزین لے آیا۔

جہاز میں جانے تک۔۔۔ سیٹ بیلٹ باندھنے تک۔۔۔ ایک ایک کام وہ خود کر رہا تھا۔۔۔ وہ بار بار مریم کی طرف ہی دیکھتا رہتا۔ اس کے چہرے کے تاثرات کھوجتا رہتا۔

☆ ☆ ☆

مریم اسپتال میں ایڈمٹ ہو گئی۔ پہلے اس کے سب ہی ٹیسٹ نئے سرے سے ہونے تھے۔ خاص کر ریڑھ کی ہڈی کے۔۔۔ اس کی ٹانگوں کا سائز لیا گیا۔ پھر انہیں فٹ کر کے دیکھا گیا۔ چیک اپ ہوتے رہے۔۔۔ مصنوعی ٹانگیں لگا کر اسے کھڑا کیا گیا۔۔۔ پھر اسے چند قدم کی واک کروائی گئی۔ ابتدا میں مصنوعی ٹانگیں فٹ ہوتے ہی تکلیف دیتی ہیں، وزنی بھی ہوتی ہیں۔ مریض انہیں لگا کر چلنے سے خوف زدہ ہی رہتا ہے اور قدم اٹھاتے ڈرتا ہے۔ ہزار طرح کے نفسیاتی خوف ہوتے ہیں۔ جنہیں دور کرنے کے لیے داؤد، مریم کے ساتھ تھا۔ وہ چھوٹے بچوں کی طرح اسے بہلاتا۔ آمادہ کرتا، جس دن اس نے پہلے دو قدم اٹھائے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

لیڈی ڈاکٹر نے اسے سینے سے لگا لیا۔ اسے تسلی دلاسے اور حوصلہ افزائی کی ہی ضرورت تھی۔ ایسے مریضوں کو ایک مخصوص جگہ پر ٹریٹمنٹ کروائی جاتی ہے۔ یہ مریض کی اپنی ول پاور پر ہوتا ہے کہ وہ کب تک اور کتنی جلدی چلنا سیکھ لیتا ہے۔ مریم صرف چند قدم ہی اٹھاتی تھی۔ داؤد اس کے ہر اٹھتے قدم پر سکون کا سانس لیتا تھا۔

مریم ہسپتال میں تھی۔۔۔ داؤد ایک دوست کے اپارٹمنٹ میں رہ رہا تھا اور ردا اپنے فلیٹ میں تھی۔ اکثر آجاتی تھی مریم کے پاس، دونوں میں کوئی خاص دوستی نہیں تھی، ردا اسے پسند نہیں کرتی تھی پھر بھی آجاتی تھی۔ داؤد اسے دیکھ کر خوش ہو جاتا تھا۔

ڈاکٹر سے اجازت لے کر ایک دن داؤد مریم کو ردا کے فلیٹ میں لے آیا۔ ہسپتال سے ٹیکسی تک وہ وہیل چیئر پر آئی تھی اور ردا کے فلیٹ کے باہر کے چند قدم۔۔۔ لفٹ اور لفٹ سے چھٹی منزل پر اس کے فلیٹ تک وہ ایک اسٹک اور اپنی ہمت سے چل کر گئی۔ فلیٹ کے اندر جاتے ہی مریم صوفے کی طرف لپکی اور اس پر گر سی گئی۔ اس کی پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا داؤد اس کی طرف لپکا۔ ٹشو اسے دیا اور پانی کی بوتل جو وہ اسی کے لیے ہاتھ میں پکڑے رکھتا تھا، اسے دی، مریم کا ایک ہاتھ مفلوج تھا وہ لٹکا ہی رہتا تھا۔ بائیں ہاتھ سے ہی وہ

خود کو تھوڑا بہت سنبھالتی۔ کئی بار چلنے کی پریکٹس میں وہ گری تھی۔ داؤد ہر بار ایسے آگے لپکتا جیسے خود کو گرنے سے بچا رہا ہو۔۔۔ ردا کے سامنے ہی مریم ایسے گر چکی تھی۔

"کیسی لگ رہی ہے چلتی ہوئی" مریم سے زیادہ داؤد خوش تھا۔

"بہت اچھی" ردا مسکرا کر بولی۔ مصنوعی ٹانگوں کے سہارے کھڑی مریم بہت پیاری لگی تھی سر پر دوپٹا اوڑھے نظریں جمائے۔۔۔ ایک خاص طرز کی جھجک اوڑھے۔

ردا کھانا بنانے لگی۔۔۔ داؤد نے مریم کے لیے ٹی وی آن کر دیا۔ اس کے لیے چینل سرچ کرنے لگا۔ پھر آکر ردا کی مدد کروانے لگا ساتھ ساتھ وہ ردا کے ساتھ ہلکی پھلکی باتیں کر رہا تھا۔ ایسا بہت دنوں بعد ہوا تھا اس کا مزاج بہت اچھا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ ہر دو منٹ بعد جھانک کر مریم کو بھی دیکھ آتا۔

"بھوک تو نہیں لگ رہی؟" مریم سے پوچھا اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"اسے بہت بھوک لگتی ہے ہر وقت اپنے بیگ میں بسکٹ اور چپس رکھتی ہے" داؤد ردا کو بتا رہا تھا۔ کھانے میں وقت لگنے والا تھا ابھی، داؤد نے نوڈلز جلدی سے بنا لیے اور ٹرے میں رکھ کر اس کے پاس لے گیا، ایک کشن کو اس کی گود میں رکھا اور اوپر ٹرے رکھی "کھاؤ" قریب ہی ٹشو بکس رکھ دیا۔

مریم کھانے لگی۔

داؤد جو جو اس کے لیے کرتا تھا وہ اس کی مشکور تھی لیکن وہ داؤد کو ناپسند کرتی تھی۔ وہ اسے قصوروار سمجھتی تھی۔ صبر ہی کر کے بیٹھی تھی اور کیا کرتی کچھ بھی کرنے سے سب پہلے جیسا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے ماں باپ نے اسے ہزار طریقوں سے تسلی دی تھی لیکن حقیقت یہ تھی کہ کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ سب فلسفے جھوٹے لگنے لگتے ہیں۔ تسلی دلاسے، سب کچھ، رات رات بھر وہ روتی رہتی۔

اس کے گھر کے حالات پہلے ہی خراب تھے، دو سال پہلے ابو پر فالج کا شدید حملہ ہوا تھا وہ نواہ بیمار رہے، چلنے پھرنے سے بھی گئے وہ رکشہ چلاتے تھے۔ حالات اتنے برے بھی نہیں تھے۔ وہ ایف اے کر چکی تھی۔ مریم کی جگہ اگر ان کا کوئی بیٹا ہوتا تو رکشہ چلا لیتا، مریم کو اس بات کا بھی بہت ملال تھا۔ وہ اسکول میں پڑھانے لگی، اماں کپڑے سی لیتیں، چند مہینوں بعد ابو ٹھیک ہو کر چلنے تو لگے لیکن کوئی کام نہیں کر سکتے تھے۔ اور پھر اس رات ان پر پھر فالج کا حملہ ہو گیا۔ ان سب کی زندگیوں کا رخ ہی بدل گیا۔ مقدس کو اسکول چھوڑنا پڑا۔ اسے ابا اور مریم کو سنبھالنا پڑتا۔ وہ صرف بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر ہی بیٹھ سکتی تھی۔ ٹیوشن والے بچے پڑھانے لگی، دایاں ہاتھ مفلوج تھا اس سے کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا اس میں صرف سنسناہٹ ہوتی رہتی۔ بائیں ہاتھ سے ہی اسے سب کرنا تھا جو نہ ہونے کے برابر ہوتا۔۔۔ وہ رات دن روتی نہ تو کیا کرتی، گیارہ گیا تھا اب زندگی میں امید کے لیے۔

اس سارے وقت میں داؤد نے بہت کوشش کی کہ اس سے ہلکی پھلکی بات چیت کر سکے اسے جان سکے کہ وہ کیا محسوس کرتی ہے کیا سوچتی ہے۔ لیکن وہ ناکام ہی رہا، وہ ضرورت کے لیے ہی ہوں ہاں کرتی تھی بس ڈاکٹروں کے سامنے وہ کئی بار روئی تھی۔ وہ بہت تکلیف سے گزر رہی تھی۔ داؤد چاہتا تھا کہ ردا ہی اس سے دوستی کر لے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اب وہ ردا کو مجبور نہیں کر سکتا تھا وہ جانتا تھا کہ مریم کے ساتھ شادی کو لے کر ردا مریم سے کبھی بھی دوستی نہیں کرے گی۔

کھانا کھا کر وہ لوگ واپس آگئے، مریم ہسپتال سے ڈسچارج ہونے والی تھی آج کل میں۔۔۔ اسے اب ویکلی چیک اپ کے لیے جانا تھا، درمیان کے دن اسے کہیں اور رہنا تھا داؤد نے ردا سے بات کی اس نے ہاں کہہ دیا، مریم ڈسچارج ہو کر اس کے فلیٹ میں آگئی۔ داؤد سارا دن گھر میں ہی رہا اس کے لیے کھانا سوپ بناتا رہا۔ دوا کا یاد کروا تا رہا وہ خود ہی دوا لے لیتی تھی پھر بھی وہ ایک دو بار ضرور پوچھتا۔

"دوا لی مریم کہیں درد تو نہیں۔ گردن کی طرف۔۔۔

شولڈرز میں۔۔۔ سر میں جیسے ہی کہیں درد ہو فوراً" مجھے بتانا۔" وہ سہلاتی رہتی۔

داؤد ہی اس کے لیے مارکیٹ سے مخصوص میٹرس لے آیا تھا جو اس کے لیے تجویز کیا گیا تھا ردا کا بیڈ روم تو چھوٹا سا تھا اس نے خود ہی لاؤنج میں کھڑکی کے پاس رکھا صوفہ ہٹا کر اس کا میٹرس رکھ دیا۔ ٹی وی، آتش دان اور کھڑکی کے پاس، ردا کو داؤد کی ذہانت کی داد دینی پڑی۔

مریم کھڑکی کے پار دیکھتی رہتی۔۔۔ ساتھ ساتھ ٹی وی ۔۔۔ اب مسکرا بھی دیتی۔ داؤد اسے اٹالین، فرنچ نہ جانے کیا کیا پکا کر کھلاتا رہتا وہ ایک چمچہ لیتی تو پوچھتا کیسا بنا ہے۔ وہ گردن ہی ہلاتی بس۔

وہ سب کھا جاتی تو اسے یقین ہوتا کہ ہاں مزے کا بنا ہے، رات کو سو ہدایتیں دے کر چلا جاتا۔ ردا کو الگ سے اور مریم کو الگ سے۔

پہلی رات اس نے ردا کو سو بار فون کیا ہو گا۔

"کیا کر رہی ہے وہ۔۔۔؟"

"ٹی وی دیکھ رہی ہے۔"

"پوچھو کچھ چاہیے تو نہیں۔"

"کچھ چاہیے مریم؟" ردا چلائی۔ "وہ کہہ رہی ہے نہیں۔"

آدھی رات ہوئی تو پھر فون آیا۔ "سو گئی۔۔۔ دیکھنا وہ کراہ تو نہیں رہی۔ ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ اگر وہ لگا تار چار گھنٹے سوئے گی تو ہو سکتا ہے درد ہونے لگے، شاید درد ہو رہا ہو۔" وہ اٹھی اور جا کر دیکھا۔

"وہ آرام سے سو رہی ہے داؤد تم بھی سو جاؤ۔"

"ٹھیک ہے، لیکن تم ذرا خیال رکھنا۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ اٹھ کر بیٹھنا چاہے۔ وہاں تو نرسز ہوتی تھیں پلیز تم ذرا کر لینا۔"

"میں کر لوں گی۔"

صبح ہوتے ہی وہ آ گیا۔ آتے ہی اس کی طرف لپکا درد وغیرہ کے بارے میں پوچھا۔ نیند کا پوچھا، ناشتے میں کیا کھانا ہے پوچھا اور جا کر ناشتا بنانے لگا، ردا اسے واش روم تک لے گئی تھی۔ وہ زیادہ نہیں چلتی تھی چل ہی نہیں سکتی تھی ابھی اسے کمر درد کی وجہ سے وہیل چیئر پر ہی رہنا تھا۔ مصنوعی فٹنگ پر بس پریکٹس ہی کرتی تھی۔ اسے وہیل چیئر پر بٹھانے اور اس کے باہر آنے تک ردا ہانپ کر رہ گئی۔ مریم شرمندہ، شرمندہ نظر آنے لگی نرسز کا تو روز کا کام تھا سلیقے سے جلدی سے کر جاتیں۔

داؤد نے اس کے سامنے ناشتا رکھا۔ وہ اور ردا ٹیبل پر بیٹھ کر کھانے لگے۔

ردا ریفریشمنٹ کورس کے لیے یونیورسٹی میں داخلہ لے چکی تھی چند دن تھے کلاسز اسٹارٹ ہونے میں، ویسے وہ نیویارک میں اپنے فرینڈز کے ساتھ گھومتی رہتی تھی لیکن اب داؤد کی وجہ سے وہ گھر میں ہی تھی، داؤد ادھر ہی ایک طرف بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کرتا رہتا یا کوئی کتاب پڑھتا رہتا نظریں گھما کر مریم کو دیکھتا رہتا مریم کھڑکی کے پار ہی جھانکتی رہتی۔

رات گئے ردا مریم کو دیکھنے کے لیے آئی تو اسے اٹھ کر بیٹھے دیکھا وہ ایک ہاتھ سے تکیے کو اپنے پیچھے جمانے کی کوشش کر رہی تھی۔ ردا نے بڑھ کر تکیہ سیٹ کر دیا۔

"کیا ہوا؟"

"درد تھا تو میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ٹھیک ہو جائے گا ابھی۔"

"داؤد کو بتا دوں اس نے کہا تھا فوراً" بتا دوں؟"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ فوراً" آ جائیں گے۔ معمولی سا درد ہے۔ چلا جائے گا۔"

ردا وہیں صوفے پر لیٹ گئی۔ "لیٹنا ہو تو مجھے آواز دینا تکیے سیٹ کر دوں گی۔"

لیٹے لیٹے ردا سو گئی آنکھ کھلی تو دیکھا مریم بھی سو چکی تھی خود سے ہی تکیہ سیٹ کر کے، وہ پھر سو گئی۔ زوردار آواز سے آنکھ کھلی ہڑبڑا کر اٹھی۔۔۔ مریم وہاں نہیں تھی واش روم کی طرف لپکی۔ وہاں دیکھا تو وہ واش روم میں گری ہوئی تھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ہانپ رہی تھی منہ سے خون نکل رہا تھا۔ ردا کو بے طرح ترس آیا۔

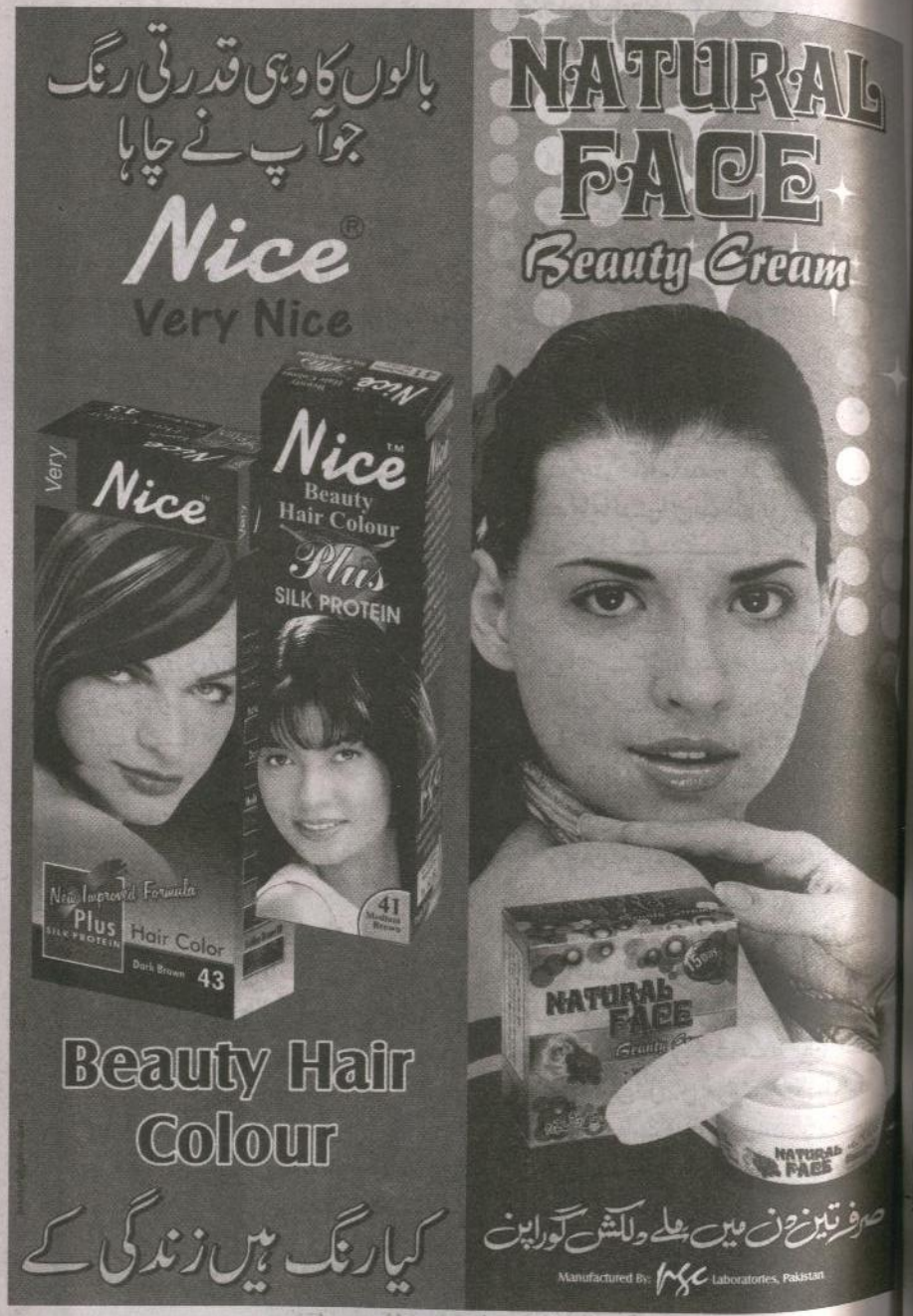

پہلی بار۔

"اوہ۔۔۔ کیا ہوا مجھے اٹھایا کیوں نہیں؟"

فٹنگ جوڑے اسٹک کے سہارے وہ خود ہی واش روم آگئی تھی پاؤں پھسلا تو خود کو سنبھال نہیں سکی۔ ردا اسے چیئر پر بٹھا کر واپس لائی صوفے پر بٹھایا۔ اس کی کمر میں درد ہو رہا تھا گرنے سے۔

"اٹھایا کیوں نہیں مجھے" ردا شرمندہ ہو گئی۔

مریم بھی شرمندہ ہی نظر آرہی تھی شاید وہ اسے تکلیف دینا نہیں چاہتی تھی' ردا نے اس کے ہونٹ صاف کیے۔

ایک رات ردا نے اسے گیلی آنکھیں صاف کرتے دیکھا وہ کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی داؤد جا چکا تھا۔ "کیا ہوا۔؟" وہ سمجھی اسے کہیں درد ہو رہا ہے۔ اس نے صفائی سے آنکھیں صاف کی۔ "میں ٹھیک ہوں۔"

"کیا ہوا بتاؤ مجھے تم رو رہی ہو۔" مریم اس کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ "وہ۔۔۔ وہاں" اس نے کھڑکی کے پار فٹ پاتھ کی طرف اشارہ کیا "میرا وہاں جانے کو دل چاہ رہا ہے۔ روز ہی کرتا ہے۔ آج بھی۔۔۔" مریم نے اسے وہیل چیئر پر منتقل کیا اور اس کے نہ نہ کرنے کے باوجود اسے نیچے لے آئی اسے بینچ پر بٹھایا۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہو گئی۔

"یہ بات تم پہلے کہہ دیتیں"

"میں کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہتی۔ آپ کو بالکل بھی نہیں۔"

ردا کو وحشت نے آگھیرا وہ اس فٹ پاتھ سے ہزاروں بار گزری تھی واک کرتی تھی اس سڑک پر۔۔۔ جب جی چاہے آجاتی تھی۔ یہ خوش نصیبی ہوتی ہے اور مریم کی طرح ترستے رہنا کہ کوئی لے جائے۔ یہ۔۔۔؟ نہ جانے کب سے اس کے اندر یہ خواہش دبی ہوئی تھی۔ ردا کی وحشت بڑھنے لگی۔

چند ہفتوں کے ویکلی چیک اپ کے بعد جب وہ جانے لگے واپس تو مریم اسی سڑک کے کنارے رکھے ایک بینچ پر بیٹھی چپس کھا رہی تھی جس پر پہلی بار اسے ردا لے کر آئی تھی۔ وہ اور داؤد واک کر رہے تھے' چند گھنٹوں بعد ان کی فلائٹ تھی۔

"تم نے کہا تھا نا داؤد! کہ اس حادثے نے تمہارے اندر بہت کچھ بدل دیا ہے۔" وہ داؤد سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔۔ بہت کچھ بدل دیا۔"

"یہ جو چند ہفتے مریم میرے ساتھ رہی ہے ناں اس نے بھی بہت کچھ میرے اندر بدل دیا ہے۔ میری ابھی بھی اس سے زیادہ اچھی دوستی نہیں ہے وہ مجھے خاص پسند بھی نہیں ہے لیکن مجھے اس پر ترس بہت آیا' اسے دیکھ دیکھ کر وحشت ہونے لگتی ان ہفتوں میں اسے سنبھالتے سنبھالتے وہ مجھے پہاڑ سا بوجھ لگنے لگی۔ یو نو داؤد! اسے اس طرح کون سنبھال سکتا ہے۔ وہ جو اس سے محبت کرتا ہو۔ اسے وہ پہاڑ نہیں لگے گی۔ تم نے مجھے کہا تھا کہ میں اس کے لیے کوئی ایسا ڈھونڈوں جو اسے سنبھال سکے۔ سینے سے لگا سکے تو داؤد! ایسا شخص ملا تو ہے لیکن میں اتنی عظیم نہیں ہوئی کہ اس کا نام لے سکوں دل سے۔ ہاں لیکن ترس کھاتے ہوئے میں اس کا نام لے سکتی ہوں۔ وہ صرف تم ہی ہو سکتے ہو داؤد۔ صرف تم۔۔۔ درد کا موجب ہی درد کی دوا ہے۔ تم ہی اس کی شفا ہو۔ اس کے اندر درد اٹھنے سے پہلے ہی تم جان جاتے ہو کہ اسے درد ہونے والا ہے۔ تم سے زیادہ اس کا کوئی خیال نہیں رکھ سکتا۔"

"تو تم مان گئیں" داؤد نے خوشی سے اس کا ہاتھ چھوا۔

"ہاں! تم اس کے ساتھ شادی کر لو۔ لیکن میں نے تمہیں کہا تھا کہ وہ مجھے اتنی اچھی نہیں لگتی کہ اس کے ساتھ رہ سکوں۔ شاید تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو لیکن اس محبت کے درمیان' آگے پیچھے' مریم کا خیال اتنی بری طرح سے حاوی ہے کہ وہ اس محبت کو نگل جائے گا۔"

"میں تم سے محبت کرتا ہوں ردا۔۔۔" داؤد بے چین ہو گیا۔

"سچ ہی ہو گا یہ۔" ردا تلخی سے ہنسی۔ "جانتے ہو داؤد! تم میری ہر تھ ڈے بھول گئے۔ تم نے جب بھی مجھے فون کیا مریم کی ہی باتیں کی۔ تم مجھ سے ملنے بھی آئے تو مریم کے لیے۔۔۔ تم اس کی تکلیف کو کم کرنے کے لیے اتنی بری طرح سے مصروف ہو کہ تم مجھے بھول گئے۔ تم نے ایک بار مجھے سلیوٹ کرنے کے لیے کہا تھا اور میں نے طنز کیا تھا۔ لیکن میں اب تمہیں سلیوٹ کرتی ہوں۔ تم درد بنے تو دوا بھی کمال کی بنے۔ تم اتنے عظیم مسیحا ہو گے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔"

"ایسے مت کہو ردا" داؤد کو دکھ ہوا۔ "ہر انسان کو محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔"

"لیکن مریم کو اس محبت سے بھی زیادہ کی ضرورت ہے۔"

"ہم مل کر رہ لیں گے ردا۔۔۔ مجھے یقین ہے۔" داؤد اسے یقین دلا رہا تھا۔

"مجھے یقین نہیں ہے۔ مجھے شک ہے۔" ردا نے صاف گوئی سے کہا۔ "اتنی ہمت نہیں ہے مجھ میں کہ مریم کو تمہارے ساتھ دیکھ لوں جب جب تم رات گئے اس کے لیے مجھے فون کرتے تھے میں کھول جاتی تھی اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ ہم ساتھ رہ لیں گے۔"

"ہاں مجھے یقین ہے ردا۔۔۔ تم کوشش تو کرو۔۔۔ مریم کے ساتھ ہم سب خوش رہیں گے وہ ہماری تکلیف کا باعث نہیں بنے گی۔" ردا نے اڑتے بالوں کو ایک ہاتھ سے روکتی اور اسی ہاتھ سے چپس کھاتی مریم کی طرف دیکھا' وہ بہت پیاری لگ رہی تھی اب اس پر ترس نہیں آرہا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی اور یہ مسکراہٹ اسے داؤد نے دی تھی' اگر داؤد نہ ہوتا تو نجانے پھر اس کا کیا ہوتا اور اگر داؤد اس کی زندگی سے چلا جاتا۔۔۔؟

"جس دن مجھے تمہارے یقین پر یقین آگیا داؤد میں آجاؤں گی' ابھی تو مجھے مریم پسند نہیں۔" وہ ہنس دی۔

"میں جانتا ہوں تم ضرور آؤ گی۔"

"اس کی آہ پر تم دوڑتے چلے جاتے ہو داؤد! جس دن اس نے محبت کے لیے پکارا کی۔ تم کہاں پیچھے رہو گے۔"

ان کا جہاز ٹیک آف کر گیا تو ردا نے الوداعی کلمات ادا کیے۔

"اس کے خیال میں جگلے تم اس کی محبت میں رچ بس جاؤ گے۔"

"اس کے مسیحا تم ہی ہو۔"

☼

مشہور مزاح نگار اور شاعر

انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

کتاب کا نام		قیمت
آوارہ گرد کی ڈائری	سفرنامہ	450/-
دنیا گول ہے	سفرنامہ	450/-
ابن بطوطہ کے تعاقب میں	سفرنامہ	450/-
چلتے ہو تو چین کو چلیے	سفرنامہ	275/-
گھری گھری پھر امسافر	سفرنامہ	225/-
خمار گندم	طنز و مزاح	225/-
اُردو کی آخری کتاب	طنز و مزاح	225/-
اس بستی کے کوچے میں	مجموعہ کلام	300/-
چاند نگر	مجموعہ کلام	225/-
دل وحشی	مجموعہ کلام	225/-

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی